12/12

ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور



۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ
۵ اگست ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ⊙ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحادیثُ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّکَّۃَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَۃَ: فَلَمَّا کُنَّا قَرِیْبًا مِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ فَدَعَا اللّٰہَ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا۔ فَعَلَہٗ ثَلَاثًا۔ وَقَالَ: "اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَاْسِیْ فَسَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ارادے سے مکہ سے روانہ ہوئے۔ پس جب ہم عزوراء کے قریب پہنچے تو آپؐ اُترے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالےٰ سے کچھ دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اس کے بعد آپ سجدہ میں گر گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے۔ اس کے بعد اٹھے اور ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر تک دعا فرمائی۔ پھر سجدہ میں گر گئے۔ اس طریقہ سے آپ نے تین بار کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی اور اپنی امت کی سفارش کی تھی۔ تو اللہ نے مجھ کو میری تہائی امت دے دی۔ تو میں نے اللہ کے شکر کے لئے سجدہ کیا پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے درخواست کی تو اللہ نے ایک تہائی مجھے اور دے دی۔ اس پر بھی میں نے سجدہ شکر ادا کیا میں نے پھر سر اٹھایا اور تیسری بار امت کے لئے درخواست کی تو اللہ نے باقی تہائی بھی مجھ کو دے دی۔ اس پر بھی میں نے شکر ادا کیا۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ حَتّٰی تَتَفَطَّرَ قَدَمَاہُ، فَقُلْتُ لَہٗ: لِمَ تَصْنَعُ ھٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَقَدْ غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ نَحْوُہٗ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز میں اس قدر کھڑے رہا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں پھٹ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسولؐ اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں (اگر بالفرض ہوں) سب ہی معاف کر دی ہیں — فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں (بخاری ومسلم) اور حضرت مغیرہ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ لَیْلًا فَقَالَ: "اَلَا تُصَلِّیَانِ؟"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس رات کو تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم صلوٰۃ اللیل نہیں پڑھتے؟ (بخاری ومسلم)

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہِ لَوْ کَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ"، قَالَ سَالِمٌ، فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَنَامُ مِنَ اللَّیْلِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اپنے والد (حضرت عبداللہ) سے نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہؓ بہت اچھا آدمی ہے اگر رات کو بھی نماز پڑھتا رہے۔ حضرت سالمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ رات کو اس ارشاد کے بعد نہیں سوتے تھے مگر تھوڑا (بخاری ومسلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "یَا عَبْدَ اللّٰہِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ: کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ فلاں کی مانند نہ ہونا کہ پہلے تو وہ تہجد پڑھتا تھا اور پھر اس نے تہجد کو ترک کر دیا (اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَیْلَۃً حَتّٰی اَصْبَحَ! قَالَ: "ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ اُذُنَیْہِ — اَوْ قَالَ اُذُنِہٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تذکرہ کیا گیا۔ کہ وہ ایک رات کو سوتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایسا شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے ایک کان میں (شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی، وَیُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ایک رکعت کے ذریعہ سے اپنی نماز کو وتر بنا لیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۵ اگست ۱۹۶۶ء | شمارہ ۱۲

اسلام اور اسلامی سوشلزم

آج کل مختلف اخبارات میں مذکورہ بالا موضوع پر کافی لے دے ہو رہی ہے زیرِ نظر شمارے میں شامل مسٹر اے، کے سومار ایم۔ این۔ اے کا ایک مضمون جو ہمیں پی، آئی، اے کے ذریعہ ۲۵ جولائی کو موصول ہوا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دراصل اس بحث کا آغاز قومی اسمبلی کے ایک رکن کی تقریر کے جواب میں مسٹر اے، کے سومار کی تقریر سے ہی ہوا تھا۔ اور یہ بحث اخبارات میں اب تک جاری ہے ہمارے نزدیک مسٹر سومار کا مؤقف اسلام کے عین مطابق اور ان کے مومنانہ خیالات و جذبات کا آئینہ دار ہے۔ ہماری مسٹر سومار سے کوئی شناسائی نہیں اور ہم ابھی تک ان کی زیارت کے شرف سے بھی محروم ہیں لیکن چونکہ اسمبلی میں ان کی تقریر اور مضمون میں بیان کردہ خیالات اسلامی نقطۂ نگاہ کے ترجمان ہیں۔ اس لئے محض رضائے ایزدی کے حصول کی خاطر ان کی تائید پر مجبور ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف اور صرف اسلام کے شیدائی ہیں اور اس کے دئیے ہوئے ضابطۂ حیات کو کسی دوسرے "ازم" میں گڈمڈ کرنے کے لئے تیار نہیں ــــ ہمارا ایمان ہے اسلام صرف چند عقائد، عبادات یا قوانین کا نام نہیں۔ یہ ایک جامع و مانع نظامِ حیات ہے۔ ایک مکمل اور منظم دستورِ زندگی ہے انسانیت کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر شعبے پر حاوی ہے اور اپنی توحید تعلیم میں اس قدر غیور ہے کہ کبھی پسند ہی نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے اور دستک دینے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں۔ یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ ایک شخص توحید تو اسلام سے لے لیکن عبادت کے لئے مندر، کلیسا اور مسجد کو یکساں سمجھے یا رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو لے آئے مگر معاشیات کے قاعدوں میں کارل مارکس اور لینن کا دریوزہ گر بنے، دستورِ مملکت کے رموز جاننے کے لئے ناخدایانِ مغرب کے دروازے پر جبہ سائی کرے اور اخلاق کے ضابطے سیکھنے کے لئے گوتم بدھ یا کسی دوسرے ریفارمر کا منت کشِ احسان ہو۔ معاشیات، معادیات، اخلاقیات، اجتماعیات اسلام کے سب اپنے ہیں۔ کسی اور دین یا ازم یا نظریے سے پیوندکاری کا یہ سرے سے قائل ہی نہیں۔ اس کا جو کچھ ہے اپنا ہے۔ اور جامع و مانع اور کامل و اکمل ہے۔ لہٰذا "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح کا استعمال اسلامی تعلیمات سے قطعی نابلد ہونے کی دلیل اور مسلمانوں میں سوشلزم کے جراثیم کو ہوا دینے کی درپردہ اور گہری سازش ہے۔ درحقیقت سوشلسٹ نظریات رکھنے والے افراد اس طریقے سے سوشلزم کو مسلمانوں کی نظروں میں مقبول بنا کر اسلام کو ڈائنامیٹ کر دینے کی فکر میں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اچھے بھلے مسلمان بھی محض سرمایہ داری کی مخالفت کے باعث نتائج و عواقب سے بے نیاز نادانستہ "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح کا شکار ہیں اور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ جہاں اسلام آ جائے وہاں "کیپٹل ازم" کے لئے کوئی جگہ باقی ہی نہیں رہتی اور یہ "سوشلزم" جسے وہ اتنا محبوب و مرغوب جانتے ہیں دراصل اسلام کا ناشتہ بھی نہیں ہے۔ پھر مذہبی نقطۂ نگاہ سے قطع نظر خالص "اسلام" کو چھوڑ کر "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح استعمال کرنے میں ایک قباحت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کل اگر کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں جو ہندوؤں کے بعض نظریات کو اسلام کے مطابق پائیں اور انہیں پسند کرنے لگیں۔ تو وہ "اسلامی ہندو ازم" کی اصطلاح وضع کر لیں گے۔ دوسرے اسی طرح "اسلامی کمیونزم، اسلامی فاشزم، اسلامی نازی ازم" اور اسلامی سکھ ازم وغیرہ کی اصطلاحات وضع کرنے پر اصرار کریں گے اور اس طرح بے چارا اسلام ان "ازموں" کے درمیان ایک چیستان بن کر رہ جائے گا۔

"اسلامی سوشلزم" کی حمایت میں رطب اللسان حضرات اپنے مخالفین کو یہ طعنہ بھی بڑے شد و مد کے ساتھ دے رہے ہیں کہ وہ سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہیں۔ ملک میں کیپیٹل ازم کو رواج دینا چاہتے ہیں اور معاشرے میں اونچ نیچ اور تفاوتِ انسانی کے قائل ہیں وغیرہ۔ ہو سکتا ہے اُن کا الزام بعض افراد کے بارے میں ٹھیک بھی ہو لیکن حقیقت پھر حقیقت رہے گی۔ کوئی یہودی اگر دو اور دو چار کہے تو ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے دو اور دو پانچ ہرگز نہیں کہیں گے۔ ہمارے نزدیک یہ حقیقت مسلّم ہے کہ "اسلامی سوشلزم" کے الفاظ خواہ کوئی استعمال کرے غلط اور خلافِ حقیقتِ اسلام ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے مقابلے میں کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی ہم ایک پرِ کاہ کے برابر اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ "سوشلزم" کا "اسلام" سے کیا مقابلہ اور اسلام کے ساتھ "اسلامی سوشلزم" کی آخر کیا تک ہوئی؟ سوشلزم اپنی چند سالہ زندگی میں کئی تبدیلیاں دیکھ چکا ہے۔ اس میں کئی خامیاں موجود ہیں۔ اور کیا معلوم کہ یہ کل باقی رہے یا مٹ جائے۔ لیکن اسلام کامل و مکمل



۳ر ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۲ر جولائی ۱۹۶۶ء

اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہونے سے انسان کامل ہوتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے۔ کہ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ ذکر و عبادت کرنے پر ہمیں غرور نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے —

حضرتؒ مجلس ذکر کے بعد اصلاحِ حال کے لئے کچھ نہ کچھ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرتؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اگر بیج شیشی یا بوتل میں رکھ چھوڑیں تو وہ یا تو ویسے ہی رہے گا یا پڑا پڑا خراب ہو جائے گا لیکن اگر اُسی بیج کو زمین میں بو دیا جائے۔ تو اس میں سے ایک ہرا بھرا پودا نکل آئے گا۔ ایک آم کی گٹھلی جب زمین میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتی ہے تو وہ درخت بن کر ہر سال ہزاروں آم دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کمال تک اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک وہ اپنے آپ کو اللہ کی رضا میں فنا نہیں کر دیتا۔ اہل اللہ اور بزرگانِ دین کے حالات پڑھ کر دیکھیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جو کچھ پایا۔ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں پایا۔ اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال کر اللہ کی رضا حاصل کرنے میں پایا۔ اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ آئندہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے سوچیں کہ آیا اس میں اللہ راضی ہے یا نہیں۔ اگر اس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے تو بے کھٹکے کام کریں۔ اگر اس میں اللہ کی ناراضگی ہے تو اس کے قریب ہرگز نہ جائیں اور اگر کسی وقت غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کریں — توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ شیطان توبہ کرنے سے روکتا ہے۔ دل میں خیال ڈالتا ہے کہ توبہ اس وقت کرنی چاہئے جب گناہ چھوڑنا ہو۔ اور اس توبہ کا کیا فائدہ کہ اس کے بعد پھر گناہ ہو جائے۔ شیطان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور رکھنا چاہتا ہے۔ وہ انسان کو رحمتِ الٰہی سے ناامید بنانا چاہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر انسان زمین سے آسمان تک کے برابر گناہ کرکے میرے دَر پر ہاتھ پھیلائے اور مجھ سے معافی مانگے تو مَیں اس کے سارے گناہ بخش دوں گا — حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی کر لیا کرو۔ یہ نیکی اس گناہ کو ختم کر دے گی اس لئے ہمیں ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی رضا کے آگے جھکے رہنا چاہئے۔ اگر کوئی غلط قدم اٹھ جائے تو فوراً سچے دل سے معافی مانگنی چاہئے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھیں۔ کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ان کا رنگ ہم پر بھی چڑھ جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جامع تھی۔ آفتابِ نبوّتؐ کے پاس جانے سے دل کے سارے امراض دور ہو جاتے تھے، سب اندھیرے ختم ہو جاتے تھے اور دل منوّر ہو جاتا تھا۔ آفتابِ نبوّت کی شعاعیں ساری دنیا کو جگمگا رہی تھیں۔ کسی کو چراغ جلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جس طرح آفتاب کے غروب ہونے کے بعد سب روشنی کے لئے اپنے اپنے چراغ جلا لیتے ہیں اور جن کے پاس روشنی نہیں ہوتی تو وہ دوسروں کے پاس چلے جاتے ہیں جن کے ہاں روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد روحانی دنیا میں اندھیرا ہو گیا تو اپنے اپنے چراغ جلانے کی ضرورت پیش آئی۔ ذکر اللہ کی نورانی مجلس منعقد کی گئی۔ جو آج تک جاری ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں علم کے ساتھ عمل کا رنگ چڑھ آتا ہے۔ اللہ سے دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ جس طرح درخت کی ٹہنیاں پھل لگنے پر جھک جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر ہمیں کچھ کمال حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازیں۔ ذکر و عبادت کی توفیق ہو، تو ہمیں بجائے غرور و تکبر کے اور زیادہ تواضع اور انکساری اختیار کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور زیادہ گڑگڑانا اور جُھکنا چاہئے۔ اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے بڑے بڑے علماء اور صاحبِ تصانیف کے غرور و تکبر اور بداعمالی کی وجہ سے ایمان بھسم ہوتے دیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔

☆ ☆ ☆



۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۱۹۶۶ء

اولیاء اللہ کی تعلیم

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝

(پ ۲۱ - س لقمٰن - آیت ۱۳)

ترجمہ: اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (پ ۲۱ س لقمٰن آیت ۱۶ تا ۱۹)

ترجمہ: بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ اس کو حاضر کر دے گا۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین (اور) باخبر ہے۔ بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر۔ بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔ اور لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل۔ بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔

بزرگان محترم! علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نبی نہیں بلکہ ولی ہیں اور اس درجہ کے ولی ہیں کہ قرآن عزیز نے ذکر خیر کیا ہے اور ان کی دانائی اور حکمت سے بھری ہوئی باتوں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

ہم مسلمان اولیائے کرام کا احترام کرتے ہیں، اُن کی طرف منسوب ہونے کو فخر سمجھتے ہیں مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قرآنی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کے باعث اولیائے کرام کے مقصد حیات اور ان کی تعلیم سے بے خبر رہتے ہیں۔

یاد رکھئے جس طرح انبیاء علیہم السلام اللہ تعالےٰ کی تعلیم کی اشاعت کے لئے دنیا میں پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ حضرات ماسوا اللہ سے تعلق توڑ کر ایک اللہ جل شانہ سے جوڑ دیتے ہیں اسی طرح اولیاء کرام بھی بندوں کو سب سے توڑ کر رب سے جوڑنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ماسوا اللہ کی محبت سے دلوں کو پاک کرکے ایک اللہ تعالیٰ کی محبت کی لو لگا دیتے ہیں، ان کی برکت سے انسان کو اللہ تعالےٰ کی ذات محبوب، اُسی کی رضا مطلوب اور اسی کا قرب مقصود ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے دنیا سے روپوش ہو جانے کے بعد اولیاء کرام ان کے نقش پر چل کر یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ خود شریعت کے پابند ہوتے ہیں دوسروں کو شریعت کا پابند بناتے ہیں اور ان کی مبارک صحبت میں وہی نتائج برآمد ہوتے ہیں جو انبیاء کرامؑ کی صحبت میں ہوتے ہیں۔ البتہ مدارج میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے ——— مثلاً سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک صحبت میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طبائع پر للٰہیت، صلاحیت، فدائیت کا جو رنگ وہاں نظر آتا ہے۔ اس درجہ کا رنگ کسی ولی کی صحبت میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اولیاء کرام کی صحبت میں بھی للٰہیت، صلاحیت اور اور فدائیت کا جو رنگ چڑھتا ہے وہ کسی امیر، وزیر یا بادشاہ کی صحبت میں نظر نہیں آتا۔ اسی لئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ملتے۔

ہمارا یقین ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ایک ایسی نعمتِ غیر مترقبہ ہے اور ان کی مجلس میں عقیدت، ادب اور اطاعت کے تار سلامت رکھ کر بیٹھنے سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جس کا ساری دنیا کی نعمتیں بھی جواب نہیں بن سکتیں۔ ان کی مجلس میں ایک پل کا بیٹھنا سو سال کی عبادت سے زیادہ درجہ رکھتا ہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

لیکن ہوں وہ واقعی اللہ والے۔ ایسے اللہ والے جو رب تعالیٰ کی یاد میں فنا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ سب سے توڑ کر رب سے جوڑنے والے ہوں۔ اور ان کی تعلیم قرآن وسنت کی تعلیم کے عین مطابق ہو ——— چنانچہ

قرآن عزیز

نے بھی مذکورہ بالا آیات میں ایک ولی اور اس کی تعلیم کا تذکرہ کیا ہے۔ اب آپ خود اندازہ فرمالیں کہ اولیاء کرام کیا تعلیم دیتے ہیں اور ان کا مقصد حیات کیا ہوتا ہے۔

اللہ والے کی تعلیم

ارشاد ہوتا ہے۔ اللہ کے ولی لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، شرک سے بڑھ کر اور کوئی گناہ

نہیں - یہ ایک صریح نافرمانی اور اللہ کی ناشکری پر دال ہے - یہ ظلم کی انتہا ہے کہ اصل حقدار کو اس کا حق نہ دیا جائے۔

دیکھو بیٹا! اللہ کی باتوں کا انسان کی باتوں پر قیاس نہ کرو۔ انسان کو ذرا سے پردے کی پیچھے کی بات بھی معلوم نہیں ہوتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اُس کی پیٹھ کے پیچھے کیا ہو رہا ہے - وُہ تو فقط وہی جانتا ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے کھلے طور پر موجود ہو یا کیا جا رہا ہو- لیکن زمین و آسمان کی کوئی چیز خدا کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں - وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے - وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو جانتا ہے۔ اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور پھر سخت پتھروں کے اندر گڑی ہوئی ہو یا آسمانی فضا میں بلند سے بلند مقام پر ہو یا گہرائی میں اندھیروں کے اندر غائب ہو- اللہ کو اس کا سب حال اور اس کی جگہ معلوم ہے - جب ضرورت پڑے گی اُسے وہیں سے نکال حاضر کر دے گا- وہ باریک سے باریک شے کو دیکھ لیتا ہے اور جانتا ہے اور ہر چیز پر پوری طرح باخبر ہے۔

پس

جان لو کہ تمہارے سینوں کے نہاں خانے میں جو چیز ہوگی اللہ اُس سے بھی ناواقف نہیں ہو سکتا- وہ ہر جگہ موجود ہے - اور پوری طرح سے تمہاری نیتوں اور تمہارے دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے ——

دیکھنا ! اس مغالطے میں نہ رہنا کہ جس طرح آدمیوں کو چھپی باتوں اور پردے کے اندر کے کاموں سے واقفیت نہیں ہوتی اسی طرح چھپ کر کوئی گناہ کر لیا جائے تو اللہ کو اس کی خبر نہ ہوگی۔ ایسا سمجھنا نادانی اور بے وقوفی ہے — کائنات میں کوئی جگہ ایسی نہیں جو اُس سے چھپی ہوئی ہو اور کوئی ایسی چیز نہیں جس کا اس کو علم نہ ہو۔

اے بیٹے !

اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ تم خدا کے فرمانبردار بندے ہو اور اس کے احکام سے سرتابی نہیں کرتے تمہیں چاہیئے کہ نماز پابندی اور باقاعدگی سے ادا کرو۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کی ترغیب دیتے رہو، بُرے کاموں سے باز رکھو اور سچائی کی راہ چلتے رہو جو مصیبتیں، دکھ اور تکلیفیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہو۔ کیونکہ یہی وہ کام ہیں جن سے ہمت اور ارادہ کی پختگی اور مضبوطی ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کی رضا کا تمغہ ملتا ہے ——

اے بیٹا! لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھ۔ منہ پھُلا کر ٹیڑھے منہ سے بات نہ کر، متکبّروں کی طرح گال پھُلا کر اُن سے منہ مت پھیر اور زمین پر اتراتا ہُوا مت چل۔ اللہ اترانے والوں شیخی خوروں اور اکڑ کر چلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

شیخ الاسلام رح

حاشیے میں لکھتے ہیں کہ "اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے —— سامنے نہیں تو پیچھے لوگ برا کہتے ہیں"

پس

"تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر، بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلاّ - اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو- وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہہ اور کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے۔" مقصد یہ ہے کہ ہر کام میں میانہ روی کو اختیار کرو —— پست اور نرم آواز سے گفتگو کرو کیونکہ کرخت آواز ہر ایک کو بُری لگتی ہے۔

اندازہ فرمایئے یہ ہے اللہ کے ولی لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتوں کا لب لباب جسے قرآن عزیز نے بیان فرمایا اور قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا تاکہ آنے والی نسلیں اللہ کے ولی کی تعلیم سے نفع اٹھاتی رہیں اور اس تعلیم کی برکت سے سچے اور جھوٹے پیروں میں تمیز ہوتی رہے۔

میرے عزیز بھائیو! خدا کے لئے اس تعلیم میں غور فرماؤ- اور سبق حاصل کرو کہ کس طرح ایک ولی اللہ خالق اور مخلوق دونوں کو راضی رکھنے کا ۲

بقیہ : اداریہ

ناقابل تغیّر و تبدّل اور بے عیب دین ہے۔ پورے چودہ سو سال سے من و عن باقی ہے اور تا ابد باقی رہے گا۔ سوشلزم کل کی پیداوار ہے اور کارل مارکس کے نظریات میں ٹراسکی کی تنقید کے پیش نظر ترمیم و اضافے اور اسٹالین کی مساعی سے وجود میں آیا ہے اور اسلام پونے چودہ سو سال سے اپنی تابانیوں سے عالم کو منوّر کر رہا ہے - اور اس کی تعلیمات وحیٔ الٰہی سے مستنیر ہیں۔ پس سوشلزم نے اسلام سے کچھ لیا ہے۔ اسلام نے سوشلزم سے کچھ نہیں لیا۔ یہ اسلامی نظام معیشت اور مساوات کا ایک بھونڈا سا چربہ ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح سامنے آ جائے گی کہ سماج میں تفاوتِ انسانی کو ختم کرنے کے لئے جس وقت کارل مارکس خدا سے بے نیاز ہو کر کمیونزم کو ایک پروگرام کی صورت میں پیش کیا تو اس سے ٹھیک ٢٠ برس پہلے حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فلسفہ کو اسلام کی روشنی میں پیش کیا تھا چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کے مطالعے کے بعد کمیونزم اور سوشلزم کی کوئی قدر و قیمت انسان کے دماغ میں باقی نہیں رہتی۔ اور مارکس، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ناقص اور ناعاقبت اندیش نقال نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر قارئین کرام الخراج اور ابن حزم اندلسی کی تصنیف محلّی کا مطالعہ فرمالیں تو کمیونزم اور سوشلزم کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ بہر حال ہمیں اس مختصر سی صحبت میں ان حضرات کی خدمت جو "اسلامی سوشلزم" کے استعمال پر مُصر ہیں۔ یہ درخواست کرنا ہے کہ وہ اسلام کے پیش کردہ نظام حیات کا دردمندانہ مطالعہ فرمائیں تو انہیں انشاءاللہ ہمارا مؤید ہونا پڑے گا کہ یہ اصطلاح غلط ہے اور اسلام کی عدم تکمیل پر دلالت کرتی ہے۔ خدا نے لفظ "اسلام" کو پسند فرمایا ہے۔ پیغمبر اسلام نے اسی نام کو محبوب جانا ہے اور ہمیں اسی نام کو استعمال کرنا چاہیئے۔ رہ گیا کیپیٹلزم اور اس قسم کا معاشرہ کہ جس میں امراء گلچھرے اڑائیں اور عوام بھوکے مریں تو اس کا اسلام میں وجود ہی نہیں ہے۔

محمد یوسف، مدرسہ احیاء العلوم، ماموں کانجن

شرحِ زکوٰۃ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ـــــ مشرق کے صفحات میں خالد مسعود کا مقالہ زکوٰۃ کے موضوع پر نظر سے گذرا۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "شرح زکوٰۃ میں اضافہ" کے مجوّزین کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں رہی۔ اس لئے اب محض سطحی قسم کے دلائل یا شَطحی قسم کے دعووں پر کفایت کی جانے لگی ہے۔ خالد مسعود صاحب لکھتے ہیں :۔

"مدینہ منورہ میں جب اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوئی تو مالیاتی ضرورتوں کے لئے ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ مختلف اشیاء پر ٹیکس لگائے گئے۔ لیکن ان سب ٹیکسوں کے لئے اوائل اسلام کی اصطلاح صدقہ اور زکوٰۃ تھی ـــ"

یہ صحیح ہے کہ مکہ مکرمہ میں صرف انفاق فی سبیل اللہ یا صدقہ کی ترغیب دی جاتی تھی اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی مقادیر کی تعیین مدینہ طیبہ میں ہوئی لیکن اسے "مالیاتی ضرورتوں کے لئے ٹیکس" قرار دینا محض خوش گپی ہے۔ جس کے لئے نہ کوئی دلیل آج تک پیش کی گئی ہے اور نہ قیامت تک پیش کی جا سکتی ہے۔ البتہ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں "ٹیکسی تصوّر" اس وقت کے منافقین کا عقیدہ تھا، یا پھر یہ نظریہ اس وقت پیش کیا جائے گا جب امّت جاہلیّت کی طرف لوٹ جائے گی اور قلوب ایمان کی دولت سے بے بہرہ ہونے لگیں گے چنانچہ سورہ توبہ (پ۱۰ ع۱۶) میں اس منافق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس نے زکوٰۃ کو ٹیکس کا نام سب سے پہلے دیا۔ اور اس کی اس حرف زنی کو دروغ بافی پر مبنی قرار دیا گیا۔ پھر اسی سورت (پ ۱۱ ع ۱) میں ان جاہل بدوی منافقین کا ذکر بھی آتا ہے جو اسلامی انفاق کو ٹیکس سے موسوم کرتے تھے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ امّت منجملہ دیگر امور کے جب زکوٰۃ کے متعلق ٹیکسی نظریہ پیش کرنے لگے گی۔ تو ان بدبختوں کی سزا کے لئے خسف، مسخ، سرخ آندھی اور دیگر پے در پے فتنوں کا انتظار کرو۔ (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ)

الغرض زکوٰۃ کے بارے میں ٹیکسی نظریہ یا تو پہلے منافقین کی جانب سے پیش کیا گیا یا آئندہ آنے والے ایمان و عقل سے عاری لوگوں کے متعلق یہ اطلاع دی گئی ہے کہ وہ یہ نظریہ پیش کریں گے، ان بدبخت لوگوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر صحابہ کرام، تابعین عظام، آئمہِ مجتہدین، فقہاء اور محدّثین جو کروڑہا کروڑ کی تعداد میں گذرے ہیں لیکن کبھی کسی کی زبان و قلم پر یہ نظریہ نہیں آیا۔

خالد صاحب فرماتے ہیں :۔

"اور تمام فقہی کتابوں میں یہ ٹیکس ارکانِ اسلام کے ایک رکن زکوٰۃ کے ذیل میں آتے ہیں۔"

خالد صاحب کو جب یہ اقرار ہے کہ اسلام کا تمام علمی ذخیرہ زکوٰۃ کو ارکانِ اسلام میں داخل مانتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اسلام کا رکن وہی چیز ہو سکتی ہے جس پر اسلام کا وجود موقوف ہو ـــ تو اس رکنِ اسلام کو ـــ عام حکومتوں کے ٹیکسوں جیسا ایک ٹیکس قرار دیکر اسلامی ارکان کو منہدم کرنے کی محنت کیوں فرماتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں :۔ "اسلامی معاشرے میں ان ٹیکسوں کو بنیادی رکن اور عبادت کا درجہ حاصل ہے۔"

بلا شبہ اسلام میں زکوٰۃ کی حیثیت بنیادی رکن اور اہم عبادت ہی کی رہی ہے اور رہے گی، اسی لئے خالد صاحب اور ان کے ہم ذوق لوگوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ از راہِ کرم اسے بنیادی رکن اور عبادت ہی کے مقام پر رہنے دیں، اسے ٹیکس کے درجۂ علیا پر فائز کرنے کے لئے زورِ اجتہاد صرف نہ فرمائیں ـــــ

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

"ان کی اس منزلت کی وجہ تھی کہ جب تک ادا کرنے والا اپنے ضمیر کے سامنے جوابدہ نہ ہو، اور اسے ایک اندرونی طاقت ان ٹیکسوں کی ادائیگی پر مجبور نہ کرے معاشرہ کا اقتصادی ڈھانچہ قائم نہیں ہو سکتا"

موصوف کی یہ نکتہ آفرینی واقعہ کی بالکل غلط تصویر کشی ہے کہ معاشرہ نے زکوٰۃ کو رکنیّت اور عبادت کی حیثیت بخشی، کون نہیں جانتا کہ فریضۂ زکوٰۃ حق تعالےٰ کی جانب سے عائد کیا گیا ہے۔ اور اس کے عبادت اور اسلامی رکن قرار دئے جانے کی یہ وجہ نہیں کہ زکوٰۃ دہندہ صرف اپنے ضمیر کے سامنے جوابدہ ہو بلکہ زکوٰۃ دہندہ کے ضمیر میں خدا تعالےٰ کے سامنے جوابدہی کا جذبہ ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے اس کی مجبوری ـــ بلفظ صحیح اس کی رغبت ـــ محض کسی اندرونی طاقت کی رہینِ منّت نہیں، بلکہ غفّار و قہّار ہستی حضرت حق جل مجدہٗ ـــ کی بالا دستی اس کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ فی سبیل اللہ یا ابتغاء و مرضاۃ اللہ یا لوجہ اللہ کی قید لگائی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرف نام نہاد ٹیکسوں کو صرف زکوٰۃ کا نام دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا ـــ بہر نوع یہ اسلامی زکوٰۃ کا کتنا گھٹیا، گھناؤنا، اور مکروہ تصوّر ہے جو خالد صاحب نے ٹیکسی حضرات کی طرف سے پیش کیا ہے۔

اس کے بعد خالد مسعود صاحب عجیب نکتہ پیش فرماتے ہیں کہ :۔

"اسلامی معاشرے میں دین اور دنیا کی دوئی کا تصوّر سرے سے موجود نہیں۔ دوئی کا تصوّر اس وقت اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب قیصر اور خدا کے واجبات کو دو الگ الگ حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

اسلام میں دین و دنیا کی دوئی کا تصوّر موجود نہ سہی لیکن اسلام میں دین کو دنیا کے تابع کر دینے کا تصوّر کب موجود ہے، اسلام نے یہ کب کہا ہے کہ دین کے تمام اعمال دنیا ہی کے لئے ادا کئے جائیں۔ اسلام نے یہ تعلیم تو دی ہے کہ دنیا کے اعمال بھی دین ہی کے تابع کئے جائیں۔ اور جس طرح خالص دینی اعمال کو عبادتِ خداوندی اور آخرت طلبی

کے لئے ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے اعمال بھی ہوا و ہوس اور محض دنیا طلبی سے بالاتر ہو کر حق تعالےٰ کی رضا جوئی اور آخرت کی سرخ روئی کے لئے بجالائے جائیں۔ لیکن اسلام نے یہ تصور کب پیش کیا ہے کہ دین و دنیا کی تمام امتیازی لکیریں مٹا کر خالص دینی اعمال کو بھی دنیوی اغراض و خواہشات ہی کی بھینٹ چڑھا دو۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں جس دنیا کی مذمت و غرتهم الحیٰوۃ الدنیا وغیرہ کے ساتھ بیان فرمائی گئی کیا اسی دنیا کے ساتھ دین کی یکتائی کی دعوت موصوف کی جانب سے پیش نہیں کی جا رہی۔ اور کیا ان کی یہ دعوت اور دعوےٰ اس آیت کے مصداق نہیں ——

"یہی لوگ ہیں جن کی محنت دنیا ہی میں گم ہو کر رہ گئی اور آخرت میں وہ خسارا پانے والے ہیں۔"

پھر اگر اسلام قیصر اور خدا کے واجبات کو الگ الگ دو حصوں میں تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو یہ اجازت کب دیتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے ظالمانہ ٹیکسوں کو فریضۂ خداوندی میں گڈ مڈ کر ڈالو اور قیصر و خدا کے واجبات کے معجونِ مرکب سے امریکہ اور روس کے نقشوں پر اسلامی معاشرہ کی بنیاد ڈالو۔

اس کے بعد خالد صاحب فرماتے ہیں:۔

معاشرہ کی تمام ضروریات کے لئے جو ٹیکس لگایا جائے اسے حکومت کے علاوہ کسی کو وصول کرنے کا حق نہیں۔"

موصوف حکومت کی رضا جوئی کے لئے غریب اسلام پر جو مشق بھی فرمائیں انہیں کون روک سکتا ہے۔ بقول اکبر مرحوم ؎

گورنمنٹ کی یارو خیر مناؤ
انا الحق کہو اور سولی نہ پاؤ

لیکن ان کا یہ دعویٰ سو فیصد غلط ہے۔ شریعت اسلامیہ میں حکومت کو صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے۔ بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کے مصارف میں صحیح خرچ کرنے کی اہل ہو۔ اور صحیح مصارف پر خرچ بھی کرے۔ لیکن جہاں تک اموالِ باطنہ کا تعلق ہے۔ سونا۔ چاندی، حکومت کو اس کی وصولی کا کوئی حق نہیں، بلکہ صاحبِ مال کو حق حاصل ہے کہ وہ از خود غرباء و مساکین پر جہاں چاہے صرف کرے یا کسی دوسرے کو اس کے خرچ کے لئے وکیل بنا دے،

آگے لکھتے ہیں:۔

"زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے قرآن حکیم بار بار حکم دیتا ہے اور عدم ادائیگی پر اس کی وعید نہایت شدید ہے۔ اکتناز پر جہنم کی آگ سے داغنے کی سزا سنائی گئی ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کو خیر اور عدم ادائیگی کو شر قرار دیا گیا ہے۔"

ان تمام امور کے باوجود زکوٰۃ کو ٹیکس کی سطح پر لا کھڑا کرنا اور موصوف کے بقول قیصری واجبات کو زکوٰۃ میں ٹھونس ٹھونس کر دین و دنیا کی دوئی مٹانے کا خوش کُن نعرہ لگانا کیا ناقابلِ فہم منطق نہیں؟ کیا ٹیکس کے یہی اوصاف ہیں۔ جو زکوٰۃ کے بارے میں خود موصوف کے قلم سے نکلے ہیں؟

اس کے بعد آپ نے زکوٰۃ کے ٹیکس ہونے کی بڑی مضبوط دلیل بیان فرمائی ہے۔ جسے ان سے ان کے کئی ٹیکسی دوست بیان کر چکے ہیں۔ یعنی

"اسلامی حکومت نے اس کی عدم ادائیگی کو باقاعدہ بغاوت قرار دے کر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد ضروری قرار دیا۔"

موصوف کا اشارہ ان مانعینِ زکوٰۃ کی طرف ہے جن سے صدیقی دَور میں جہاد کیا گیا۔ اگر اسلامی تاریخ کے علاوہ حدیث کے ذخیرہ میں اس واقعہ کی تفصیلات دیکھی جائیں تو ان سے واضح ہو جائے گا کہ مانعین سے جہاد صرف ٹیکس روک لینے کے جرم بغاوت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اسی وجہ سے تھا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ زکوٰۃ کو حکومتی ٹیکس قرار دینے کی وجہ سے مرتد قرار دئے گئے تھے۔ موصوف کو اگر زیادہ فرصت نہ ہو تو بخاری شریف میں شیخین کا مناظرہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں حضرت صدیق رضؓ کا یہ فقرہ موجود ہے:۔

واللّٰہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال۔

ترجمہ: خدا کی قسم! میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح نماز حق تعالےٰ کی جانب سے فرض ہے ایسے ہی زکوٰۃ بھی حقِ مال کے طور پر فرض ہے۔

اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا ان مرتدین کے ساتھ جہاد اس وجہ سے تھا کہ وہ نماز کی فرضیت کے قائل تھے لیکن زکوٰۃ کو فریضۂ خداوندی قرار نہ دیتے تھے بلکہ زکوٰۃ ان کے نزدیک (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عائد شدہ ٹیکس تھا۔ حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے جو ابتداءً مانعینِ زکوٰۃ کے ارتداد کے قائل نہ تھے۔ بلکہ ان کے مؤقف کو مبنی بر شبہ اور قابلِ تاویل قرار دیتے تھے — فرمایا —

"اجبار فی الجاهلیة و خوار فی الاسلام، اینقص فی الدین وانا حیّ" یعنی جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے، اسلام میں آکر بودے پن کا مظاہرہ کرتے ہو، کیا میرے جیتے جی دین میں کمی بیشی کی جائے گی؟"

اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کے انکار کو آپؐ نے نقص فی الدین قرار دیا۔

القصہ خالد صاحب نے جس جہاد کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں مانعینِ زکوٰۃ کا مؤقف اصولی طور پر وہی تھا جو آج کے منکرینِ زکوٰۃ کا ہے اور حضرتِ صدیق رضؓ کا مؤقف جسے اوپر باحوالہ ذکر کیا جا چکا ہے — یہ تھا کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں بلکہ یہ فریضۂ خداوندی ہے۔ اسے ٹیکس کا نام دے کر اس کی فرضیت سے پہلو تہی کرنے والے مرتد ہیں۔ اس لئے خلیفۂ اسلام کے ذمہ ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔ کیا اس زمانہ میں زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کے منکرین اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے والے "خلفاء اسلام" کے لئے اس "صدیقی اسوہ" میں عبرت کا کوئی سامان ہے؟ واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل۔

(۱۹ر ربیع الاول ۸۶ھ)

بقیہ: درس قرآن

اپنے بزرگوں کے جنازے نہیں پڑھتے۔ اور غیروں کے جنازے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سڑک پر ہم جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ امام الانبیاء فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھنے پر ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور دفن کرنے تک ساتھ رہو تو دو قیراطوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ ہے محبت، یہ ہے مودّت، یہ ہے اخوت۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۴ر اپریل ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی

گذشتہ سے پیوستہ

تو یہاں پر فرمایا نَصِیبًا مَّفْرُوضًا ٥ وہ حصتہ تو مفروض ہے، فرض کیا گیا ہے اس لئے اگر ابا جی مر جائیں تو اُن کے مرنے کے بعد بہن کے نام پر جائداد تقسیم کر دی جائے پھر اس کے حوالے کر دی جائے، اُس کو دے دی جائے۔ اگر وہ اپنے دل کی خوشی کے ساتھ یہ کہتی ہے کہ مَیں اپنے بھائی سے نہیں لیتی یا اپنے بھائی پر مَیں بخشتی ہوں، پھر اُس کا کھانا بھی جائز اُس کا لینا بھی جائز۔ نَصِیبًا مَّفْرُوضًا کا مفہوم یہ ہے کہ یہ مِلکِ اضطراری ہے جس کا لینا ضروری ہو جس کا پہنچانا ضروری ہو۔ وارث کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہو سکتی۔ وارث کے ہبہ کر دینے سے ہبہ نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا پورا مال اُس تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ وراثت کا مسئلہ بڑا مشکل ہے۔

مشکوٰۃ کی حدیث ہے۔ نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بعض ایسے لوگ ہیں جو ساٹھ سال تک عبادت کرتے رہتے ہیں مگر مرتے مرتے وراثت میں غلط فیصلہ کرنے سے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد اگر میں دنیا سے چلا گیا، میرے بیٹے نے لیا تو کیا، بیٹی نے لیا تو کیا۔ اگر میں نے شریعت کے مطابق تقسیم کر دی تو ہو سکتا ہے کہ میری بیٹی بھی میرے لئے دعا کرے گی، میرا بیٹا بھی میرے لئے دعا کرے گا۔ خیر دعا تو آج کل کوئی نہیں کرتا۔ ہم جو پڑھا کر جاتے ہیں وہی کچھ ہماری اولاد کو آتا ہے۔ آج کل تو بعض لوگ جنازہ ہی نہیں پڑھتے۔ بڑے بڑے شہروں میں جو ہماری اونچی سوسائٹی ہے (اللہ تعالےٰ سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے) مَیں نے خود دیکھا ہے — مَیں ایبٹ آباد میں تھا۔ ایک آدمی کی ماں مر گئی تو مَیں بھی جنازے میں چلا گیا۔ اُس وقت مجھے پتہ نہیں تھا، بعد میں مجھے علم ہوا کہ بیٹے نے ماں کا جنازہ نہیں پڑھا وہ باہر کھڑا رہا، جنازہ نہیں پڑھا۔ دوسرے دن میرے پاس اُس کا پیغام آیا کہ مَیں نے رات کو خواب دیکھا ہے اور مجھ سے تعبیر پوچھنے کے لئے کہا۔ خواب یہ دیکھتا ہوں کہ میری اماں جی تشریف لائی ہیں اور ان کے ہاتھ میں راکھ کا بہت بڑا تھال ہے اور انہوں نے وہ میرے سر پر ڈال دیا۔ مجھ سے اُن کے دوست نے تعبیر پوچھی تو مَیں نے کہا کہ مَیں خود ہی اسے بتاؤں گا۔ وہ مجھے ملا۔ تو مَیں نے کہا کہ وہ راکھ تو تم نے دیکھی ہی ہے تم نے اپنے گلے میں لعنت کا طوق ڈال لیا۔ اُلّو! تم نے اپنی ماں کا جنازہ نہیں پڑھا؟ یہ اب فیشن ہو چکا ہے۔

الحمد لِلّٰہ ہم تو غریب لوگ ہیں۔ اور کچھ نیک لوگوں کے قدموں میں بیٹھے ہیں ان کی برکتوں سے کچھ تھوڑا سا دین ہم میں موجود ہے ورنہ اب تو جنازے نہیں پڑھتے بلکہ کمیٹی والے آ جاتے ہیں بڑی موٹر میں ڈال دیتے ہیں ابّا جی کو۔ خود اپنے پروگرام کرتے رہتے ہیں اور وہ جا کر دفن کر دیتے ہیں اور دو تین دن کے بعد بِل آ جاتا ہے کہ تمہارے ابّا جی کے دفن کرنے کا یہ بِل ہے۔ پیسے دے دیتے۔ اللہ اللہ خیر سلّا۔ ابّا جی نے جب اپنی اولاد کو قرآن نہیں پڑھایا۔ ابا جی نے جب اپنی اولاد کو محمد رسول اللہ کی حدیث نہیں پڑھائی۔ ابّا جی اپنی اولاد کو جب کسی نیک بندے کے پاس لے کر نہیں پہنچے میرے بھائی! تو اولاد کا پھر کیا قصور ہے؟

فرّاءؒ ایک بہت بڑے نحوی گزرے ہیں ہارون الرشید کے زمانے میں۔ قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے رحمۃ اللہ علیہ نے۔ یہ ہارون الرشید کے دونوں بیٹوں کو پڑھاتے تھے۔ امین اور مامون دونوں ان کے پاس پڑھتے تھے بغداد کی جامع مسجد میں۔ ایک دن فرّاءؒ دونوں کو پڑھا کر جب اُٹھے تو امین دوڑا کہ مَیں اپنے استاذ کی جوتیاں اٹھاؤں اور مامون بھی دوڑا کہ مَیں اپنے استاذ کی جوتیاں اٹھاؤں اب تو ڈنڈے اٹھاتے ہیں۔ تعلیمی کمیشن نے رپورٹ مرتّب کی ہے کہ کس طرح کالجوں میں سکون ہو؟ ارے سکون تو بالکل آسان ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ پڑھا دیا جائے۔ اُستاد کے دل میں طلبہ کی محبت پیدا کی جائے، طلبہ کے دل میں استاد کا وقار پیدا کیا جائے۔ آج نظام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ہم تو کالج میں بیٹھ کر ڈینگیں مارتے ہیں۔ جو کچھ ہم پڑھاتے ہیں (مَیں بھی کالج میں کام کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم و کرم فرمائے۔ اور ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے)

امین بھی دَوڑا جوتوں کے لئے اور مامُون بھی دَوڑا۔ دونوں آپس میں لڑ پڑے۔ خیر لڑنے کے بعد فرّاءؒ گھر تشریف لے گئے۔ نوبت پہنچی ہارون الرّشید تک۔ دوسرے دن ہارون الرشید کے دربار میں فرّاءؒ کی طلبی ہوئی — فرّاءؒ بچارے بڑے گھبرائے کہ ہمیں کسی قسم کی سزا دے گا کہ تو بچّوں کو پڑھاتا ہے یا دَوڑاتا رہتا ہے؟ پہنچے۔ خلیفہ نے بات پوچھی کہ کیا قصّہ ہوا؟ فرّاءؒ نے فرمایا کہ بات یہ ہوئی کہ جب مَیں اٹھنے لگا تو یہ دونوں اُٹھے میرے جوتے لینے کے لئے۔ ایک نے کہا مَیں اٹھاتا ہوں، دوسرے نے کہا مَیں اٹھاتا ہوں۔ بات یہ تھی — دونوں آپس میں لڑ پڑے۔ بچّے تھے۔ مَیں نے ان کو چھڑا دیا — ہارون الرّشید نے پانچ ہزار اشرفی امین کو انعام دی، پانچ ہزار مامون کو انعام دی — اور دس ہزار اشرفی فرّاءؒ کو انعام دی کہ تیری تعلیم نے میرے بچّوں کو (شہزادوں کو) یہ ادب سکھایا کہ استاذ کے جوتے اٹھائیں۔

میرے دوست اور میرے بھائی! دین تو تب آتا ہے کہ جب اللہ والوں کے پاس انسان بیٹھے، دین کے ساتھ انسان لگاؤ پیدا کرے، قرآن و سنّت کے ساتھ لگاؤ پیدا کرے — تو مَیں بات یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کل تو ہم

اسلام کو سوشلزم -

مسٹر سومار نے اپنے اس مضمون میں اسلام اور سوشلزم کے متعلق اپنا نقطہ نظر واضح کیا ہے اور کہا ہے کہ
کا بھی کوئی تصور نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو نقائص اور ردّ و بدل کی گنجائش سے پاک ہے لیکن سرمایہ د

مَیں نے قومی اسمبلی میں ۲۴ر جون ۱۹۶۶ء کو جو تقریر کی تھی اس کی اشاعت کے بعد اخبارات میں مضامین، اداریوں اور مراسلات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ان میں بیشتر ایسے مضامین ہیں جن میں بہت سخت نکتہ چینی کی گئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ مَیں نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا ان سے دلچسپی پیدا ہوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دیکھ کر مجھے مایوسی بھی ہوئی ہے کہ تنقید کرنے والوں نے نہ تو میرے خیالات کا تجزیہ کیا ہے اور نہ استدلال و منطق کے ذریعہ میرے دلائل کی تردید کی ہے۔

اس کے برعکس ایک دو کو چھوڑ کر تمام حضرات نے مخصوص مقاصد کے تحت میرے الفاظ اور جملوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اس طرح مجھے بدنام کرنے کی مہم شروع کر دی یہ ایک ایسا موضوع تھا جس پر ٹھنڈے دل اور دماغ سے غور کرنے کی ضرورت تھی۔ لیکن اس سلسلے میں جو روش اختیار کی گئی وہ ایک قومی مسئلہ پر آزاد بحث و تحیص کے لئے سازگار نہیں اور اس طرح معقولیت پسندانہ تصوّرات کے ارتقاء کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے مَیں نے "اسلامی سوشلزم" کے موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ قومی اسمبلی کے ریکارڈ کے مطابق ذیل میں من و عن پیش کئے جا رہے ہیں:۔

"جناب عالی! میرے نزدیک اسلامی سوشلزم کا تصوّر اور تخیل بجائے خود غلط اور اسلام سے بہت بڑا دھوکہ ہے۔

جناب عالی! شاہ صاحب نے خود کہا ہے کہ سوشلزم کو وجود میں آتے ہوئے صرف دو صدیاں گزری ہیں اور اس کا داعی اوون نہیں تھا بلکہ چند فرانسیسی مفکرین نے سوشلزم کو ایک نظریہ تصوّر کیا اور وہ بھی اسے نظریہ کے طور پر تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ اس کے بعد اوون کا نمبر آتا ہے۔ اور اس کے بعد صرف کارل مارکس تھا جس نے اسے سلجھا کر ایک باضابطہ اور قابل قبول سائنس کی حیثیت دی۔ بنابریں اوون اور فرانسیسی مفکرین کا زمانہ ملا کر بھی سوشلزم کی عمر زیادہ سے زیادہ دو سو سال ہوتی ہے۔

اسلام نے سوشلزم سے کوئی استفادہ نہیں کیا۔ اسلام ہر لحاظ سے ایک مکمل مذہب ہے۔ اور کسی سہارے، رہنمائی اور سوشلزم یا کسی اور نظریے یا تصوّر کی اسے قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں بہت سے لوگوں نے اور جہاں تک مجھے یاد ہے بعض اوقات مَیں نے خود بھی "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ لیکن جب اس مسئلہ پر سوچ بچار سے کام لیا تو یہ احساس ہوا کہ بہت سے سادہ لوح افراد غیر ارادی طور پر اسلام اور سوشلزم کو گڈمڈ کرنے کی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جناب عالی! شاہ صاحب کو یہ معلوم ہوگا کہ مشہور فلسفی ہیگل نے نظریہ، ردِ نظریہ اور امتزاجِ نظریات کا منطقی "تانا بانا" تیار کیا بنا بریں سوشلزم نظریہ ہے یا اسلام نظریہ اور سوشلزم ردِ نظریہ تو وہ اسلام اور سوشلزم کے درمیان امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ مَیں اس تصوّر کو خود اسلام کے لئے انتہائی خطرناک قرار دیتا ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اسلام ایک مکمل دین ہے اور اسے اپنی تکمیل کے لئے کسی انسانی امداد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

مَیں عالم نہیں

مَیں نے کبھی عالم یا دانشور ہونے کا دعوٰے نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے غور و فکر سے کام لینے اور اپنے خیالات ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے۔ سطور بالا میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ اسلام اور سوشلزم دو جداگانہ اور ایک دوسرے سے مختلف نظریات ہیں۔

سماجی، سیاسی اور اقتصادی شعبوں میں ان دونوں کا ضابطۂ کار ایک دوسرے سے مختلف ہے اور ان کے بنیادی تصوّرات بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور اگر ان میں بعض قدریں مشترک بھی ہوں تو بھی میرے نزدیک ان کو باہم مدغم کرنا ناممکن ہے یہ اور بات ہے کہ ان مشترکہ قدروں کو حسبِ خواہش آپس میں ملا کر ایک نئے تصوّر، ایک نئے فلسفے اور ایک نئے نظریے کی بنیاد رکھتا ہو۔

لیکن اس طرح تشکیل پانے والا یہ نیا نظریہ نہ اسلام کہلائے گا نہ سوشلزم اور یہ بات واضح طور پر خارج از بحث ہے۔ بنابریں سوشلزم کو اسلامی اور اسلام کو اشتراکی کہنا ممکن نہیں۔ ہر نظریہ کی تشکیل بنیادی اصولوں اور محرکات سے ہوتی ہے۔ اسلام اور سوشلزم کے بارے میں ہی میری رائے یہ نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک اسلامی کیپٹل ازم کا بھی کوئی تصوّر نہیں ہے۔ اسی طرح اسلام کو کسی اور "ازم" یعنی دین، فلسفہ یا ضابطہ حیات سے گڈمڈ نہیں کیا جا سکتا۔ میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ سماجی، سیاسی، اقتصادی اور انسانی زندگی کے تمام دوسرے شعبوں میں اسلام کو ایک مکمل ضابطہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کی انتہائی بنیادی خصوصیت "الوہیت" ہے۔ توحید، رسالت اور قرآن اسلام میں تمام زندگی کا سرچشمہ ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ مائدہ میں اسلام کے متعلق کہا گیا ہے۔

"آج کے دن مَیں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور تمہارے لئے مذہب اسلام ہی پسند کیا۔"

مکمل ضابطۂ حیات

میرا ایمان ہے کہ اسلام مکمل دین ہے نقائص سے پاک اور تبدیلیوں سے بے نیاز۔ کیپٹل ازم اور سوشلزم ہر دو نظام نامکمل ہیں۔ ان میں خامیاں بھی ہیں اور ردّ و بدل کی گنجائشیں بھی۔ دونوں ایک ہی منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں لیکن ان کی راہِ عمل ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔ ان کی منزلِ مقصود

کے سہارے کی ضرورت نہیں

اے۔ کے۔ سومار
(ممبر قومی اسمبلی)

کہ اسلام اور سوشلزم دو جداگانہ نظریات ہیں۔ سوشلزم کو اسلامی یا اسلام کو اشتراکی قرار دینا ممکن نہیں، اسی طرح اسلامی کیپیٹل ازم
ہ دارانہ اور سوشلسٹ نظام میں نقائص بھی موجود ہیں اور ردوبدل کی گنجائش بھی۔ یہ دونوں نظام کسی طرح بھی جامع نہیں ہیں۔

صرف مادی فلاح و بہبود ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے دونوں زندگی کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو نظرانداز کرتے ہیں اور پس پشت ڈال دیتے ہیں لوٹ کھسوٹ (استحصال) کیپیٹل ازم کا بنیادی نقص ہے۔ اگر اس برائی سے نجات حاصل کر بھی لی جائے جیسا کہ قوموں کی اقتصادی زندگی میں حکومت کی روزافزوں مداخلت کے ذریعہ ہو رہا ہے اور سوشلزم میں انفرادی آزادی کا گلا دبانے کی اندھادھند کوششیں ختم بھی ہو جائیں تو بھی یہ دونوں نظام اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ کر ایک صحت مند انسانی معاشرہ قائم کرنے میں ناکام رہیں گے لیکن ایک اسلامی معاشرہ کی تعمیرِ نو میں ہمیں کسی دوسرے فلسفۂ حیات سے استفادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم صرف قرآن و سنت کو مشعلِ راہ بنا کر ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ جو انسانیت کے لئے امن، ترقی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔

کسی سہارے کی ضرورت نہیں

مزید برآں مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ سوشلزم کو ایسا نظریہ کیوں تصوّر کیا جاتا ہے جو بہت سے منتشر اصولوں کا مجموعہ ہے اور ان میں سے ہر اصول کو سوشلزم قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مضحکہ خیز سی بات ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسلام سے سوشلزم کو ملحق کرنے کا مقصد کیا ہے۔

کیا سوشلزم کا پورا تصور اسلام سے وابستہ کرنا مقصود ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کیونکہ دونوں کے بنیادی اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصل مقصد سوشلزم کے بعض اصولوں کو اسلام سے وابستہ کرنا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا سوشلزم سے ان اصولوں کو الگ کیا جا سکتا ہے اور پھر ان کو سوشلزم کا نام دیا جا سکتا ہے؟ سوشلزم تو بعض اصولوں، پالیسیوں اور اقتصادی، سماجی و سیاسی شعبوں میں ضوابط کا امتزاج ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوشلزم کے ایسے کون سے اصول ہیں جو اسلامی اصولوں سے بہتر ہیں یا جن کے بغیر اسلام نامکمل رہ جاتا ہے اور اس لئے ان کو اسلام میں لانا ضروری ہے۔

یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور "اسلامی سوشلزم" کے دعویداروں کا فرض ہے کہ ہر شخص کے فائدے کے لئے اسے ثابت کریں۔ مَیں اپنی طرف سے یہ تسلیم کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں کہ اسلام جامع نہیں ہے یا اسلامی نظریہ کو سوشلزم یا کسی دوسرے نظریہ کے سہارے کی ضرورت ہے۔

مَیں اس خیال سے بھی جو عام طور پر پایا جاتا ہے متفق نہیں کہ موجودہ دَور میں نوعِ انسان جن مسائل سے دوچار ہے۔ سوشلزم ان سب کا علاج ہے۔ مَیں کسی بھی نظریہ کو کلیتہً بُرا نہیں کہنا چاہتا۔ بلاشبہ ہر نظریہ میں کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن نظریات نوعِ انسانی کے مسائل حل کرنے کی کوشش میں ان کو اَور زیادہ پیچیدہ ہی بنا دیتے ہیں ؎

عجب ایں نیست کہ اعجازِ مسیحا داری
عجب ایں ست کہ بیمارِ تو بیمارِ تر است

دنیائے اسلام

فی الحقیقت یہ تحقیق کرنا اور پتہ چلانا علمار کا کام ہے کہ مسلمانوں میں "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح کب اور کیسے رائج ہوئی۔ خدشہ یہی ہے کہ بعض سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسے رواج دیا گیا۔ یہ سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ سوشلزم نے دنیا میں ہر جگہ انسان کے ذہن کو کافی متاثر کیا ہے لیکن وہ مسلمانوں کے ذہنوں کو متاثر کرنے سے قاصر رہا۔

آج بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی دنیا عملی طور پر سوشلزم کے اثرات سے آزاد ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ اسلام کے دائمی اور غالب اثرات ہیں۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ دنیائے اسلام میں سوشلزم کے جراثیم پھیلانے کی خاطر پوری عیاری سے کام لے کر "اسلامی سوشلزم" کا تصوّر پیش کیا گیا ہوگا۔ تاکہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ذہنوں کو سوشلزم کی طرف مائل کیا جا سکے۔

اس کی ایک وجہ غالباً یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سوشلزم کے متعلق یہ تاثر پیدا کیا گیا ہے کہ وہ مکمل سماجی انصاف کا علمبردار ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی لوٹ کھسوٹ کے تلخ تجربات کے پیشِ نظر لوگوں نے اسے باور کر لیا اور اس طرح سوشلزم نے سماجی انصاف کا روپ دھار لیا۔

اسلام چونکہ سماجی انصاف کا علمبردار رہا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح قبول کرنے میں کوئی نقصان نہ سمجھا ہو۔ اس لئے کہ اس طرح اسلام کے سماجی انصاف کے تصوّر کی تبلیغ مقصود تھی لیکن یہ صورت بھی غلط تھی اس لئے کہ اسلام کے سماجی انصاف کا تصوّر سوشلزم یا کسی اور نظریہ کے تصوّر کی بہ نسبت بہت زیادہ حقیقی اور بلند تر ہے۔

ہو سکتا ہے کہ میرا یہ قیاس غلط ہو اور جیسا کہ مَیں نے پہلے یہ کہا ہے کہ یہ فیصلہ کرنا علمار کا کام ہے کہ "اسلامی سوشلزم" کا تصوّر کب اور کس طرح پیدا ہوا اور مذکورۂ بالا وجوہات کی بنا، پر مسلمان اسے استعمال اور قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔

علماء کا فرض

مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑا ہے کہ نکتہ چیں حضرات میرے خیالات میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے۔ اس کے برعکس شدید ترین مخالفت کے باوجود میں اپنے آپ کو حق بجانب تصوّر کر رہا ہوں۔ میں اس معاملے میں اپنی ہٹ پر قائم رہنے کا قائل نہیں اس لئے کہ یہ ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان اور

اسلام کے لئے انتہائی اہم سوال ہے اور اگر علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ یہی ہو کہ مسلمان اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کو اپنا سکتے ہیں تو میں یقیناً اسے تسلیم کر لوں گا اور اس بات پر افسوس کا اظہار بھی کروں گا کہ میں سختی سے برعکس رائے کا حامل رہا۔

میرے خلاف اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے والے اکثر دبیشتر حضرات مخصوصاً کراچی سے شام کو شائع ہونے والے تین انگریزی اخبارات نے اپنے اداریوں میں مجھ سے ایسے الفاظ اور جملے منسوب کئے ہیں جو میں نے کبھی نہیں کہے اور ایسے خیالات مجھ سے وابستہ کئے ہیں جن سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

شام کو شائع ہونے والے ایک اخبار نے ۹ جون ۱۹۶۶ء کے اداریہ میں لکھا ہے کہ:-

"مسٹر سومار ایک طرف تو اسلامی سوشلزم کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف بے لگام نجی سرمائے کی بلند بانگ قصیدہ خوانی میں مصروف ہیں۔"

یہ صحیح نہیں۔ اس کا ثبوت میری اسمبلی کی اسی تقریر کے اقتباس سے ملے گا جو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:-

"جناب عالی! جہاں تک کیپٹل ازم اور سوشلزم کا تعلق ہے۔ شاہ صاحب نے کہا ہے کہ میں اپنی وضع قطع اور انداز فکر کے اعتبار سے کیپٹل ازم کا قائل ہوں۔ صحیح نہیں میرا یہ کہنا ہے کہ کیپٹل ازم سوشلزم سے بہتر ہے یہ میری رائے ہے اور میں اس پر قائم رہوں گا لیکن میری نظر میں سب سے اچھا نظام اسلامی نظام ہے جو نہ کیپٹل ازم ہے نہ سوشلزم"۔

جناب عالی! اسلام ہی ایک ایسا نظام، ایک ایسا تصور، ایک ایسا فلسفہ اور ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو نوعِ انسانی کے لئے اقتصادی، سماجی سیاسی اور ہر شعبۂ حیات میں ہر دکھ درد کا مداوا ہو سکتا ہے۔ انہیں یہ کہنا چاہیئے کہ سوشلزم اور کیپٹل ازم کی طرف مت دیکھو اور صرف اسلام پر نظر رکھو اس لئے کہ یہی پاکستان کے مسائل اور پوری نوعِ انسانی کے مسائل کا حل ہے"

دوسرے اخبار نے ۲۹ جون کے اداریئے میں اسی نکتہ پر بحث کی ہے لیکن زبان ایسی استعمال کی ہے کہ اس کے لئے ایڈیٹر صاحب یقیناً لائق ستائش ہیں۔ اس اخبار کے ایڈیٹر نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ میرے خلاف ضابطہ کی کارروائی کی جائے اور مجھے نیشنل پریس ٹرسٹ کے چیئرمین کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔

کاش مجھ پر اعتراض کرنے والے یہ جانتے کہ ان کا واسطہ ایک ایسے شخص سے ہے جو سیاست میں کسی عہدے کا متلاشی نہیں۔ میں چیئرمین کے ہزاروں عہدے قربان کر سکتا ہوں لیکن حق و صداقت کے راستے سے نہیں ہٹ سکتا اور نہ اسلام اور پاکستان کے مفاد کی حمایت کرنے سے باز رہ سکتا ہوں۔

تیسرے اخبار نے اپنی اشاعت ۲۸ جون ۱۹۶۶ء کے اداریئے میں لکھا ہے کہ:-

عام آدمی کے اس دور میں مستقبل کا ایما یہ ہے کہ اکثریت کی زیادہ سے زیادہ بھلائی سب سے بڑی متاع ہے۔ اسے خواہ فلاحی مملکت کہا جائے، خواہ سماجی انصاف کا اسلامی فلسفۂ پاکستان کا امکانی منصوبہ یا خالص سوشلزم قرار دیا جائے۔

ہر چیز اسلام نہیں

مجھے افسوس ہے کہ میں اس نقطۂ نگاہ سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر چیز کو اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا مستقبل کا ایماء کیا ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ عام آدمی کا دور شروع ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور اسی فلسفے کی طرف لوٹ کر ہی زیادہ سے زیادہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ بھلائی کا اہتمام اور تحفظ کیا جا سکتا ہے۔

کراچی کے ایک اردو اخبار کو بھی میری قومی اسمبلی والی تقریر سے کافی صدمہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی اشاعت ۳۰ جون ۱۹۶۶ء کے اداریہ میں اس کی عکاسی کی ہے۔

اس اخبار کے ایڈیٹر نے اسی اداریہ میں اسلام سوشلزم اور سرمایہ داری کے درمیان بہت واضح فرق ظاہر کیا ہے اور اسلام کو سوشلزم یا کیپٹل ازم کے ساتھ گڈ مڈ کرنے کے خلاف بہت سخت احتجاج کیا ہے۔ لیکن کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ میری تقریر کے کن الفاظ یا جملوں سے ایڈیٹر نے یہ رائے قائم کی کہ میں نے اسلامی کیپٹل ازم کی حمایت کی ہے۔ اپنے اداریہ کے آخر میں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام کا دیانتداری سے مطالعہ کیا جائے۔

کیا میں بد دیانت ہوں یا ایڈیٹر صاحب کو یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

میں نے اخبارات میں اسٹیٹ بنک کے گورنر مسٹر حسنی کی وہ تقریر پڑھی ہے جس میں انہوں نے "اسلامی سوشلزم" کی حمایت کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ "یہ کہنا بہت بڑی زیادتی ہے کہ اسلامی سوشلزم کوئی چیز نہیں جن لوگوں کا یہ خیال ہے انہوں نے تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

میں مسٹر حسنی کا بہت احترام کرتا ہوں اس لئے نہیں کہ وہ اسٹیٹ بنک کے گورنر ہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے ایک مسلمان کی حیثیت سے اکثر اسلام اور پیغمبر اسلام کے حضور استثنائی محبت کا اظہار کیا ہے اور میں اکثر ان کے اس جذبے سے متاثر ہوا ہوں۔

سوشلزم کا دفاع

مجھے شام کو شائع ہونے والے ایک اخبار کے اداریہ ۹ جولائی ۱۹۶۶ء کو دیکھ کر بہت دکھ ہوا جس کی سرخی تھی "مسٹر حسنی سوشلزم کی حمایت میں"

میں جانتا ہوں کہ مسٹر حسنی سوشلزم کو ان تمام مصائب کا علاج تصور نہیں کرتے جن میں نوع انسانی مبتلا ہے اس لئے کہ انہوں نے سوشلزم کی نہیں بلکہ اسلامی سوشلزم کی حمایت کی ہے۔ اس اخبار نے مسٹر حسنی سے جو سلوک کیا ہے اس سے ان خدشات کو تقویت حاصل ہوتی ہے جن کا اظہار میں اس سے قبل کر چکا ہوں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر حسنی اسلامی سوشلزم کی حمایت کرنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تاریخ سے سبق حاصل کیا ہے۔ ممکن ہے وہ حق بجانب ہوں لیکن میں نظیری کے اتباع میں بارگاہِ رسالتؐ سے سبق حاصل کروں گا۔

؎ ہر کجا راہ دہد اسپ بر آں تاز کہ ما
بارہا مات دریں عرصہ بہ تدبیر شدیم

افکارِ اقبال

لاہور کے ایک اور روز نامہ میں مسٹر عبداللہ حر کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال، قائد اعظم

نورانی مجلسیں

مرتبہ محمد عثمان غنی ——— قسط ۶

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی تقریر کے چند منتخب حصّے

......"حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ وفات کے بعد خواب میں ایک دفعہ مجھے ملے ہیں وہی لباس ہے جیسا یہاں ہوتا تھا، چلے جا رہے ہیں، لب حرکت کرتے ہیں جس سے میں سمجھتا ہوں کہ کچھ پڑھتے جا رہے ہیں۔ پیچھے سے میں تیز چل کر ساتھ ملا، دائیں جانب کو میں آ گے بڑھا (یہ مجھے خواب میں معلوم ہے کہ انتقال ہو چکا ہے) میں نے پوچھا کہ "شاہ جی صاحب! کیسی گذری؟" (مطلب یہ تھا کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟)۔ تھوڑی سی توجہ میری طرف کی، پوری نہیں کی، تھوڑا سا سر پھیر کر یہ کہا "بھائی! یہ منزل مشکل بہت ہے، ختم نبوّت کی برکت سے نجات ہو گئی ہے"......

......"جب میں فارغ ہوا دیوبند سے تو آخری مصافحہ کرنے کے لئے حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بالا خانے میں حاضر ہوا۔ میں نے اپنی کوئی ضرورت پیش کی، کوئی پریشانی تھی وہ پیش کی تو فرمایا "بھائی! پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کسی فرقے سے نہ جھگڑیو، اللہ تعالیٰ اگر کچھ کام کرنے کی توفیق بخشے تو حضور کی امّت کو اور مسلمانوں کو مرزائیت سے بچاتے رہو۔ اسلام میں بہت فتنے پیدا ہوئے جو مٹ گئے، اس جیسا فتنہ اسلام میں پیدا نہیں ہوا"۔ یہ آخری نصیحت تھی۔ الحمدللہ، کوئی کام تو کیا نہیں لیکن پھر بھی جتنا دال دلیہ ہو سکا، جب سے دیوبند سے آیا ہوں بحمد اللہ مرزائیوں کی "خدمت" کرتا ہی رہتا ہوں۔ بس اب تو ان کے ساتھ اتنی "محبت" ہو گئی ہے (دنیا میں یہ مثل مشہور ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بہت ہوتا ہے) تو ہر مجلس میں ہر جلسے میں کچھ نہ کچھ اِن کا "ذِکر" کرتا ہی رہتا ہوں"........

......"حضورؐ سے پہلے ہر پیغمبر ایک قبیلے کا ہوتا تھا اور دوسرے قبیلے سے تعلق نہیں، ایک قوم کا ہوتا تھا دوسری قوم سے تعلق نہیں، ایک علاقے کا پیغمبر ہوتا تھا۔ دوسرے علاقے سے کوئی تعلق نہیں۔ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو آپؐ مشرق سے لے کر مغرب تک، جنوب سے لے کر شمال تک، عرش سے لے کر فرش تک اور تحت الثّریٰ تک ساری دنیا کے نبی تھے۔ یوں کہو کوئی قوم، کوئی قبیلہ، کوئی خاندان، کوئی انسان کوئی ابنِ آدم، کوئی جنّ، کوئی مخلوق حضورؐ کی نبوّت سے باہر نہیں اور کوئی جگہ حضورؐ کی نبوّت سے باہر نہیں۔ اس کو علماء اپنی عالمانہ بولی میں کہتے ہیں حضوؐر کی بعثتِ عامہ۔ باقی نبیوں کی بعثت بعثتِ خاصہ تھی، یعنی خاص اِس قوم کے لئے، خاص اِس علاقے کیلئے خاص اس ملک کے لئے، خاص اس خطّے کے لئے، خاص اس برادری کے لئے، حضوؐر کی بعثتِ عامہ تھی تمام قوموں کے لئے، سب ملکوں کے لئے، سب خطّوں کے لئے، ہر جگہ کے لئے، ہر انسان کے لئے، ہر آدمؑ کی اولاد کے لئے، اور ہر طارطوش کی اولاد کے لئے، طارطوش کون ہے؟ انسانوں کے جدّ امجد کا نام آدم ہے اور جنّوں کی جہاں سے نسل شروع ہوئی اس کا نام ہے طارطوش تو جہاں جہاں طارطوش کی کوئی اولاد ہو گی وہاں وہاں کے لئے حضوؐر ہی نبی ہوں گے اور جہاں جہاں آدم کی کوئی نسل کہیں ہو گی وہاں وہاں کے لئے حضوؐر ہی نبی ہوں گے۔ آج کل کے سائنسدان کہتے ہیں کہ ستاروں میں آبادی ہے۔ کبھی مرّیخ کا نام لیتے ہیں، کبھی چاند کا نام لیتے ہیں۔ ہو گی بھائی، ہمیں اِس سے کیا؟ ہمیں تو اتنا پتہ ہے کہ اگر کسی ستارے میں آبادی ہے تو وہاں کے نبی حضور پاک ہی ہیں اور اگر چاند میں کوئی آبادی ہے تو وہاں کے نبی بھی حضوؐر پاک۔ رہ گئی یہ بات کہ وہاں جائیں گے لوگ؟ اگر جائیں گے تو ہم لڑیں گے نہیں کہ کیوں جا رہے ہو؟ بلکہ ہم بھی جائیں گے اس لئے کہ جب یہ وہاں لوگ جائیں گے اور آنے جانے کا رستہ آسان ہو جائے گا تو ہم نے بھی تو وہاں ختمِ نبوّت کا دفتر بنانا ہے جا کے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ضرور ہم بھی چاند پر جائیں گے اور وہاں جاکر ختمِ نبوّت کا دفتر بنائیں گے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر چاند میں کوئی آبادی ہے، اگر سورج میں کوئی آبادی ہے، اگر مرّیخ میں کوئی آبادی ہے، اگر ستاروں میں کوئی آبادی ہے، اگر ساتویں آسمان کے اوپر کوئی آبادی ہے، اگر عرش سے اوپر کوئی آبادی ہے، اگر کہیں بھی کوئی آبادی ہے۔ اگر سات زمینوں کے نیچے کوئی آبادی ہے، جہاں جہاں جنّوں کی اولاد اور جہاں جہاں آدم کی نسل ہو گی وہاں وہاں کے لئے نبی حضوؐر پاک ہی ہوں گے اور اگر سائنس کی ایجاد ترقی کر کے زمین اور آسمان کے بیچ ہوا کو منجمد کر دے جیسے پانی منجمد ہو جائے تو برف کی سلیں بن جائیں اور وہاں بھی آبادی ہو جائے تو وہاں کے نبی بھی حضور پاک ہی ہوں گے اور اگر سمندروں کے نیچے کوئی ایسی ایجاد ہو جائے کہ پانی نیچے جم جائے اور اس کے اندر گرید گرید کے سڑکیں بن جائیں اور محلّے بن جائیں اور وہاں بھی کوئی آبادی ہو جائے اور الاٹمنٹ کا محکمہ وہاں بھی ہو جو پلاٹ الاٹ کرتا ہو (یہ مجھے بحث نہیں کہ رشوت سے الاٹ کرتا ہو کہ بغیر رشوت کے) تو وہاں کے نبی بھی حضوؐر پاک ہی ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلّم"....

........"دشمن جس ہتھیار سے لڑتا ہے اسی ہتھیار سے اہل حق لڑیں گے۔ حضور علیہ السلام تلوار سے لڑتے تھے کیونکہ کافر تلوار سے لڑتے تھے۔ صحابہؓ کے زمانے میں تیر سے جنگ تھی کیونکہ مشرک تیر سے لڑتے تھے۔ اب اگر

ہے کہ اصحابِ رسول اللہ تلوار سے لڑتے تھے کہ ہم تو سیالکوٹ کے مورچے پر تلوار سے لڑیں گے تو یہ تو صحیح نہ ہوگا۔ جب دشمن ٹینک لے کے آئے تو ہمیں ٹینک چاہیں، ہوائی جہاز لے کے آئے تو ہوائی جہاز چاہئیں، جنگی جہاز لے کے آئے تو جنگی جہاز چاہئیں، آرمرڈ کاریں لے کے آئے تو آرمرڈ کاریں چاہئیں، ڈبکنی کشتیاں لے کے آئے تو ڈبکنی کشتیاں چاہئیں اور ایٹم بم لے کے آئے تو ایٹم بم چاہئیں دشمن جو ہتھیار لائے گا اسی ہتھیار سے لڑنا پڑے گا ———— جب مخالف کی عورتیں بھی تبلیغ کریں، اس کے پولیس کے ملازم بھی تبلیغ کریں، اس فرقے کے تحصیلدار بھی تبلیغ کریں، اس فرقے کے وزیر بھی تبلیغ کریں، اس فرقے کے گارڈ بھی تبلیغ کریں، اس فرقے کے تاجر بھی تبلیغ کریں تو مقابلہ تب ہوگا کہ مسلمان کا ہر فرقہ تبلیغ کرے۔ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ قادیانی "مولوی" کے مقابلے میں تو علماء برحق ہوں گے، اگر قادیانی تھانیدار شہر میں تبلیغ کرتا ہے تو مسلمان تھانیدار اس کا جواب دے سکتا ہے میں نہیں دے سکتا۔ اگر تحصیلدار مرزائی تبلیغ کرتا ہے، اگر ڈپٹی کمشنر مرزائی تبلیغ کرتا ہے، اگر وزیر مرزائی تبلیغ کرتا ہے تو مسلمان ڈپٹی کمشنر، مسلمان افسر مال، مسلمان وزیر، مسلمان گورنر، ہی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ جسٹس منیر باوجود مولویوں کے مخالف ہوتے ہوئے مجبور تھا اس بات کے ماننے پر کہ "اشتعال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قادیانی افسر اپنے فرقے کی تبلیغ کے لئے کوشش کرتے تھے" (اور اس نے ڈپٹی کمشنر منٹگمری کا تذکرہ بھی کیا ہے) - تو مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ لوگوں کو بھی کچھ سیکھنا چاہیئے ریلوے کے کمروں میں ایک مرزائی بابو ملازم ہے وہ جو تبلیغ کرتا ہے تو وہاں کے بابو ہی اس کو جواب دے سکیں گے۔ اگر گورنر ہاؤس میں، اگر سیکرٹیریٹ میں، اگر کسی واپڈا کے دفتر میں، مال کے دفتر میں، پولیس کے دفتر میں، آئی جی کے دفتر میں، کسی افسر کے دفتر میں کوئی مرزائی تبلیغ کرتا رہتا ہے تو وہاں مولوی تو نہیں جائے گا وہاں تو وہی مقابلہ کریں گے۔ (باقی باقی)

جامع مسجد سرگودھا بلاک ۱ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی

جانشینی کی عظیم و بابرکت تقریب

آج بتاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۶۶ء بروز جمعہ جامع مسجد بلاک ۱ سرگودہا میں بعد از نماز جمعہ ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے حالات پر نہایت ایمان افروز خطاب فرمایا حضرت موصوف کے علم و تفقہ تدریس وخطابت۔ باطنی کمالات اور مجاہدانہ کارناموں پر روشنی ڈالی مجمع حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت مندی کے جذبات سے مسحور تھا بعد میں حضرت اسوۃ الصلحاء قدوۃ العلماء مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ شریف سراجیہ نے اپنی دستار مبارک حضرت مفتی صاحب مرحوم کے خلف اکبر حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب کے سر پر رکھ کر جانشینی کا اعلان فرمایا اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی بیعت کی اجازت فرمائی اور پھر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے باقی صاحبزادگان حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب اور مولانا حافظ احمد شفیع صاحب اور مولانا حافظ محمد رفیع، حافظ عبدالبدیع صاحب صاحبزادہ احمد رفیع صاحب کی بھی بطور برکت کے دستار بندی فرمائی اور حضرت مولانا صالح محمد صاحب جو حضرت کے خلیفہ اور مخلص و ارشد تلامذہ سے ہیں کی بھی دستار بندی فرمائی بعد ازاں دعاء خیر کے ساتھ اجلاس برخاست ہوا اجلاس میں علاقہ بھر کے علماء وکرام صلحاء عظام نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب خطیب گول چوک جامع مسجد حضرت مولانا قاضی عبدالقادر صاحب جھاوریاں حضرت مولانا مولابخش صاحب جھاوریاں حضرت مولانا حکیم شریف الدین صاحب سلانوالی حضرت مولانا سعید احمد صاحب خلف الرشید حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جانشین حضرت رائپوری صاحب حضرت مولانا نور محمد صاحب خطیب غلہ منڈی سرگودھا مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب خطیب مرکزی مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن اور دیگر علماء وخطباء موجود تھے ان کے علاوہ شہر کے اور علاقہ کے معزز اور با اثر حضرات بھی شریک تھے۔ (محمد صادق سرگودہا)

فاجعۂ کبریٰ

اچانک جمعہ کی صبح کو یہ الم انگیز اور زہرہ گداز خبر سنی گئی کہ شیخ الحدیث ومفتی سرگودہا حضرت مولانا محمد شفیع صاحب خطیب جامع مسجد سرگودہا نے مالک علی الاطلاق کے پیغامِ وصل پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان شیریں جانِ آفریں کے حوالہ فرمادی اور فانی دنیا کو چھوڑ کر مسافر آخرت نے اس ابدی دنیا میں رہن بسیرا پسند فرمالیا ہے کہ جہاں سے کوئی لوٹ کر آج تک نہیں آیا اور جب یہ یقین ہوگیا۔ کہ سلفِ صالحین کی ایک یادگار اور کتاب وسنت کی عملی تصویر کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا ہے تو سرگودہا میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور لوگ چشم پُرنم، تھامے ہوئے دل جامع مسجد کی طرف بیخودانہ دوڑنے لگے دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان میں یہ درد انگیز خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

آہ وہ علم وعرفان کا آفتاب ضیا پاش جس نے سینکڑوں قلوب کو روشن کیا۔ آہ! وہ چشمۂ فیض جس سے ہزاروں نے اپنی علمی وروحانی تشنگی بجھائی اور سینکڑوں مردہ دلوں نے زندگی پائی جس کی عمر کتاب وسنت کی اشاعت وتبلیغ میں بسر ہوئی جس نے حق گوئی کی پاداش میں اسارت کو پسند کیا جو رات دن استقامت اور شرک وبدعت کا قلع قمع کرتا رہا جو انگریزی سامراج کے خلاف برابر جنگ کرتا رہا وہ جو ایک ظاہری اور باطنی کمالات کا درخشاں ستارہ تھا۔ مسجد کے منبر ومحراب سے مسلسل ۳۵ سال تک کتاب وسنت کی روشنی سے ہزاروں مردہ تنوں میں جان ڈالی۔ یہ علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کا آفتاب نصف صدی تک ضیاء باری کرتے ہوئے جمعہ کے یوم سعید میں خاص رحمتوں اور تجلیات حق کے نزول کے وقت غروب ہوگیا۔ ہزارہا ہزار رحمتیں ہوں۔ اس مردِ حق آگاہ پر اور خاص رحمتوں کے پھول برستے رہیں اس مردِ مومن کی آرامگاہ پر یہ اجتماع شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مرحوم کے اہل بیت اور وابستگان علماء وتلامذہ کے لئے توفیق صبر کی دعا کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں لے کر جنت الفردوس کا بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

محکمہ اوقاف سے

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی رحلت کے بعد محکمہ اوقاف کا یہ فرض ہے کہ حضرت مرحوم کی ۳۵ سالہ دینی وعلمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے خلفِ اکبر حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب فاضل دیوبند کو جامع مسجد بلاک نمبر ۱ کا خطیب مقرر کرے حضرت مفتی صاحب مرحوم کی خدمات کا چھاپ سرگودھا کے ہر بچے، بوڑھے، جوان کے دلوں پر ہے اور مرحوم سے انتہائی عقیدت کا تعلق ہے جامعہ درحقیقت مفتی صاحب کی ایک یادگار ہے اور اس مسجد کی ایک ایک اینٹ ان کی ثنا خواں ہے حضرت کی وفات کے بعد مولانا احمد سعید صاحب ہر اعتبار سے خطابت جیسے منصب کے اہل اور نہایت موزوں ہیں اور ان کی علمی وعملی صلاحیت اور تقویٰ و طہارت قابلِ رشک ہے اہالیانِ سرگودھا اس تجویز کے ذریعہ اپنی خواہش وجذبات کو محکمہ اوقاف تک پہنچا کر درخواست کرتے ہیں کہ محکمہ فوری طور پر مولانا احمد سعید صاحب کو مقرر کر کے سرگودھا کے مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دے کر مطمئن کرے۔ (اہالیانِ سرگودھا)

جانشینِ شیخ التفسیرؒ مدنی مسجد میں

مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور میں ۶ راگست بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب جانشینِ شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ صاحب انور مجلس ذکر کرائیں گے۔ بعد از نماز عشاء جلسہ کی صدارت فرمائیں گے مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کا بیان ہوگا۔ جلسہ ۵ راگست کو شروع ہو جائیگا۔ (احقر عبدالحی عابد)

محمد بشیر انصاری

(مسلسل)

ایک ستونِ دین، ایک حدِّ فاصل

پھر کہتا ہے " اے ہمارے پروردگار ہر قسم کی حمد و ثنا صرف تیرے ہی لئے ہے۔ لیکن تسلّی نہیں ہوتی، مزید اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اظہار و اقرار کرتا ہوا سجدے میں گر پڑتا ہے اور یہ مقام اور مرحلہ اس کی انتہائی عاجزی و انکساری کا ہوتا ہے۔ سجدے میں پڑ کر وہ اپنے پروردگارِ حقیقی کی تحمید و تکریم و تقدیس اور عظمت و شوکت کے گن گانے میں رطب اللسان ہو جاتا ہے اور بار بار صرف اپنی زبان سے ہی نہیں، اپنے روئیں روئیں سے کہتا ہے کہ " اے میرے پروردگار ہر قسم کی پاکیزگی و بزرگی اور رفعت کبریائی صرف تیرے ہی لئے ہے" پھر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اظہار و اقرار کرتے ہوئے اٹھتا ہے اور مؤدبانہ طور پر نگاہ کو اپنی گود میں لئے سر جھکائے بیٹھ جاتا ہے۔ چند ثانیے بعد پھر اپنے ربِّ واحد کی کبریائی بیان کرتا ہوا دوبارہ سجدے میں گر جاتا ہے اور پھر سے اپنے رب کی بزرگی و برتری، ربوبیت و الوہیت اور وحدانیت و کبریائی اور عظمت و شوکت کا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔

اسی طرح ساری نماز میں بار بار ان امور مذکورہ کا اعادہ کرتا ہے اور نماز کا آخری حصہ تو بالکل ہی اللہ تعالیٰ کی بزرگی و برتری، تحمید و تقدیس و تکریم اور وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے درود و درود، فریاد و دعا اور توبہ و استغفار میں گذرتا ہے۔

اس کے علاوہ عملی اور فکری طور پر گویا تمام اعمال و افعالِ عبادت ہیں جو ظاہراً اور باطناً عبادت کے علاوہ اور بن ہی نہیں سکتا، وہ صرف اور صرف نماز ہی ہے :-

گر تو خواہی حرّی و دل بندگی
بندگی کُن، بندگی کُن بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی است
زندگی بے بندگی شرمندگی است

آج کل دین کے معاملے میں جتنی بے توجہی اور بے التفاتی برتی جا رہی ہے وہ محتاج بیاں نہیں ہے کیونکہ وہ کسی سے بھی مخفی و مستور نہیں۔ اسے ہم اپنی بدقسمتی سے تعبیر کریں یا کسی اور طرح پر محمول، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک کی غالب اکثریت ان پڑھ ہونے کے باعث تعلیماتِ اسلام سے بے خبر اور اجنبی نظر آتی ہے اور جو تعلیم یافتہ ہیں ان میں سے بھی اکثر و بیشتر دینِ اسلام کی تعلیم سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ اسلامی تعلیم کے فقدانِ عام نے ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو آج اس حالت میں پہنچا دیا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کے مسائل سے تو ہر وقت باخبر اور ہوشیار ہیں لیکن نماز جیسی اہم ترین چیز جو کہ دین اسلام کا ایک ستونِ عظیم اور بنیادی تعلیم ہے، سے بے خبر اور ناآشنا ہیں یا پھر نادانی اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ وہ دین متین اور دین قیّم جس کی تعلیم و تربیّت کا انتظام و اہتمام مہد سے لحد (جھولے سے قبر) تک کر دیا گیا ہے آج اس کے ماننے والے اس سے اس قدر بیگانہ و بے خبر اور ناآشنا ہیں کہ اسی دین اسلام کی بنیادی تعلیم تک کو بھول گئے! ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

برادرانِ اسلام! آج کے اس بگڑے ہوئے غلط ماحول اور غیر شرعی تہذیب و تمدّن نے انسانوں کو عموماً اور مسلمان قوم کو خصوصاً پریشان حال اور پراگندہ خیال بنا دیا ہے۔ آج ہمارے دلوں کا سکون و اطمینان لٹ چکا ہے اور ہم مختلف قسم کی قلبی اور ذہنی پریشانیوں کے گرداب عظیم میں اس بری طرح الجھ چکے ہیں کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ دلوں کی خوشی اور مسرّت و ترنگ رخصت ہو چکی ہے ہر طرف مایوسی و بددلی کا دور دورہ ہے۔ دلوں کی بصیرت ختم ہوتی نظر آتی ہے۔ اس کا سببِ عظیم (نماز) سے غفلت اور یاد خدا سے بیزاری ہے اور اس کے ساتھ ہی نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اصلی سبب کی جانب ہم اپنی توجہ کو مبذول نہیں کرتے اسی لئے جب بھی کوئی خود ساختہ تدبیر کی جاتی ہے تو وہ الٹی پڑتی ہے ہمارے علاج اور طریق علاج پر مولانا رومیؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

گفت بردار و کہ ایشاں کردہ اند
آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اور غَضَبٍ عَلٰی غَضَب یہ کہ اپنی ہی بے فکری اور لاپروائی کے لائے ہوئے اس نتیجۂ بد کو بہت سے لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ " دین اسلام اور شریعت پر عمل پیرا ہونا سخت دشوار امر ہے" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ذرا بھی غور کریں تو یہ حقیقت مستور نہیں رہتی بلکہ از خود روزِ روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ شریعتِ اسلام میں نہ تو کوئی تنگی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی دشواری، بلکہ دنیا و جہان کے تمام ادیان و مذاہب سے زیادہ معاشی اور دوسری انواع و اقسام کی آسانیوں اور سہولیات کا حامل صرف دینِ اسلام ہی ہے اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ خود اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو خبردار کر دیا ہے کہ

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

ترجمہ: دین اسلام میں کسی قسم کی کوئی تنگی و دشواری (نام کو بھی) نہیں۔

ہاں البتہ یہ الگ چیز ہے کہ جب کسی چیز کا رواج ہی ناپید ہو جائے (نہ ہو ہے) یا اس پر عمل کرنے والے بہت ہی کم رہ جائیں تو سہل ترین کام بھی مشکل کا پہاڑ بن کر نظر آیا کرتا ہے ٹوپی اور پاجامہ پہننا کس قدر آسان اور سہل امور ہیں لیکن اگر ملک کے کسی خطّے میں یہ چیزیں بالکل متروک ہو جائیں اور سب لوگ ننگے، تہہ بند یا دھوتی میں رہنے کے عادی ہو جائیں تو ٹوپی اور پاجامہ بنانا اور بنوانا وہاں کے لوگوں کے لئے ایک نہایت ہی مشکل امر اور مہم کی صورت اختیار کر جائے گا۔ اسی طرح روٹی پکانا اور کھانا کس قدر سہل ہے اور ضروریاتِ زندگی کا ایک جزوِ اعظم ہے لیکن اگر ملک کے کسی حصے میں اس کا مطلق رواج ہی نہ رہے سب لوگ چاول وغیرہ کھانے لگیں

تو وہاں دیکھئے اور اندازہ لگائیے کہ روٹی پکانا لوگوں کے لئے کس قدر دشوار مرحلہ بن جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام تنگی و دشواری جو بظاہر ہمیں نظر آ رہی ہے یہ سب ہماری اپنی ہی غفلت و بے پروائی اور نتیجہ ہے اگر سارے مسلمان بھائی دینی امور کے پابند ہو جائیں تو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سہل ترین امور بن جائیں اور عصیان (گناہوں) سے نفرت اور کنارہ کشی ایک امر طبعی ہو جائے مگر کسی سے کہیں اور کون سنے!

بہر حال ایک طرف تو طوفانِ عصیان امنڈے چلے آ رہے ہیں اور عالم کی فضا اہل دین و دیانت کے لئے تنگ و ناسازگار ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی تصویر کے دوسرے رخ پر نگاہ عمیق ڈالنے سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہی اعمال بد کے نتائج قحط و زلازل آفات و بلیات، قتل و غارت اور ذلت و خواری کے لباس پر فریب میں مسلمانوں پر مسلّط و محیط ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ اس حالتِ خستہ اور ان مصائب و آلام سے کس طرح اپنا دامن بچایا جائے تو یاد رکھئے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک قرآن مجید میں یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی اللہ تعالیٰ عزّ و جل کا اصول اور سنّت یہ ہے کہ وہ اس وقت تک کسی بھی قوم کی حالت کو کبھی نہیں بدلتے تاوقتیکہ خود اس قوم کے اندر اپنی حالت کو بدل ڈالنے کا احساس اور جذبہ عملی طور پر موجزن اور کارفرما نہیں ہو جاتا بالفاظ دیگر ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بقیہ: اسلام کو سوشلزم کے.....

محمد علی جناح اور صدر ایوب نے اسلامی سوشلزم کی حمایت کی ہے۔

اس ناچیز نے بھی علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کیا ہے مجھے ان کے کلام میں کہیں بھی "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح نظر نہیں آئی بلاشبہ اقبال نے مغربی نظام سرمایہ داری کی زبردست مذمت کی ہے اور سوشلزم کا احتراماً ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے اسلام اور سوشلزم کو خلط ملط کر کے کہیں بھی حمایت نہیں کی۔ اقبال اسلام کے عظیم ترین اور انتہائی قابل ترجمانوں میں سے ایک ہیں ان کے نزدیک مثالی ضابطۂ حیات اسلام اور صرف اسلام ہے کم از کم ایک مرتبہ "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں اسلام اور سوشلزم کا موازنہ کرتے ہوئے انہوں نے ابلیس کے الفاظ میں اسلام اور سوشلزم کا فرق نمایاں کیا ہے اور بتایا ہے کہ ابلیس نے اپنے پیروؤں کو مشورہ دیا کہ وہ سوشلزم سے نہیں بلکہ اسلام سے ہوشیار رہیں جو شیطانی حکمت عملی کے لئے زبردست خطرہ ہے۔

"مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے"

سماجی انصاف

قائداعظم اور صدر ایوب نے اسلامی سوشلزم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے مجھے اس کا علم ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں یہ اصطلاح کافی عرصہ سے استعمال کی جا رہی ہے اور بلاشبہ قائداعظم اور صدر ایوب نے اسے سماجی انصاف کے اسلامی تصور کی ترجمانی کے لئے استعمال کیا ہے۔

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر علماء کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ اصطلاح استعمال کی جا سکتی ہے تو اس تاثر سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو میں نے اپنی تقریر میں پیش کیا ہے۔

اس کے برعکس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایسا کرنا مناسب نہیں تو اس اصطلاح کو ترک کر دینے سے صدر ایوب جیسے لوگوں کے بیانات کا مطلب اور مقصد فوت نہیں ہوگا صدر ایوب خود مسلمان ہیں اور پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ کی تعمیر نو کے لئے زبردست جدوجہد کر رہے ہیں۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری

مورخہ ۶ اگست بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء چوک آر اے بازار لاہور چھاؤنی میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر عوام سے خطاب فرمائیں گے۔

شفیق احمد لطفی جنرل سٹور آر اے بازار لاہور چھاؤنی

متوسلین حضرت مولانا محمد الیاسؒ متوجہ ہوں

حضرت مولاناؒ کے سوانح شائع کرنے کے لئے حضرت علیہ الرحمۃ کے اپنے دست مبارک کا لکھا ہوا مکتوب مطلوب ہے۔ اگر کسی بزرگ کے پاس ہو تو ارسال فرمائیں۔ اس کا فوٹو لے کر بحفاظت واپس کر دیا جائے گا۔

عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ میاں چنوں۔ ضلع ملتان

سیرت النبیؐ کا جلسہ اور مجلس مذاکرہ

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام مورخہ ۷ راگست مطابق ۱۹ جمادی الثانی بروز اتوار صبح ۹ بجے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی گیٹ میں مجلس مذاکرہ اور اسی روز شام ۹ بجے چوک حرار بیرون دہلی گیٹ لاہور میں سیرت النبیؐ کا جلسہ ہوگا۔

جس میں حضرت مولانا عبیداللہ انور حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری حضرت مولانا لال حسین اختر، مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر خطاب کریں گے۔ (بلند اختر نظامی ناظم اعلیٰ)

مدرسہ انوار العلوم رجسٹرڈ مہاجر آباد ملتان روڈ لاہور کا

چھٹا سالانہ جلسہ

مورخہ ۵ اگست ۱۹۶۶ء بروز جمعہ بعد از نماز عشاء مہاجر آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرمائیں گے۔

دعائے مغفرت

اکوڑہ خٹک۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں سرگودھا کے مشہور عالم دین اور جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز رہنما مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے مولانا موصوف کی وفات کو مسلمانوں کے لئے عموماً اور جمعیت العلماء اسلام کے لئے خصوصاً عظیم سانحہ قرار دیا۔ اور فرمایا کہ موصوف نہ صرف جید عالم دین بلکہ بے باک اور حق گو مجاہد اور شریعت و سلوک کے بہت پابند تھے۔ دارالعلوم میں حضرت مرحوم کے رفع درجات اور پس ماندگان کے صبر جمیل کے لئے دعا بھی کرائی گئیں۔

محمد قمر ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اصلاحُ النّساء

دیکھئے قاعدہ عقلیہ اور شرعیہ ہے کہ کامل و ناقص کا مجموعہ ہمیشہ ناقص ہوتا ہے اور پاک و ناپاک مل کر ناپاک ہوتا ہے۔ پس جب کہ ہماری نماز میں وساوس و خطرات اور ترکِ سنن اور خلافِ خشوع امور بھی شامل ہیں تو وہ مجموعہ نماز کامل کیسے ہوئی۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھنے والے کو جو کہ تعدیل ارکان نہ کرتا تھا فرمایا تو نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی چونکہ اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے پھر اس کو طریقہ نماز کا مع تعدیل ارکان و آداب کے سکھایا اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ جس قدر اس میں سے کمی ہو گی اسی قدر نماز میں کمی ہو جائے گی۔ اس لئے فقہاءؒ نے سمجھا کہ نماز تو ہو جائے گی۔ مگر ناقص ہو گی ورنہ ظاہر الفاظ حدیث سے تو معلوم ہوتا تھا کہ بالکل ہی نماز نہ ہو بہر حال یہ محض رحمت ہے کہ ہماری ناقص عبادت کو بھی عبادت گردانا۔ یہ محض فضل ہے پھر ایسی عبادت پر خوش ہونا اور فخر کرنا جہالت ہے اور منشاء اس فخر وکبر کا وہی جہل ہے اور جس قدر عقل کم ہوتی ہے یہ مرض کبر کا زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مردوں کی نسبت عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نقائص اضطراری پر نظر و تنبیہہ و توجہ ہونے سے یہ مرض کم ہوتا ہے اور اول معلوم ہو چکا ہے کہ نقص اضطراری کہ جن کے ازالہ پر قدرت نہیں اس مقام پر دو ہیں۔ نقصانِ عقل اور نقصانِ دین۔ نقصان عقل کو تو حضورؐ نے اس علامت سے بیان فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل میں نقصان ہے آج کل یہ سوال اس مسئلہ میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دو کی گواہی ایک کے برابر ہے۔ جواب حقیقی اور قاطع شغب تو یہی ہے کہ اس میں کوئی حکمت ہو گی جس کی ہم تعیین نہیں کرتے اور کبر دین تو ہماری طرف سے تبرع ہے جواب تو اسی قدر کافی ہے۔ باقی ہم تبرعًا کہتے ہیں کہ حکمت یہ ہے کہ عورتوں کی خلقت ہی میں نقصان ہے۔ تمام قویٰ اور اعضاء میں ان کے بہ نسبت رجال کے نقصان آفتاب نیم روز کی طرح نظر آتا ہے۔ اور جب کہ خلقۃً ناقص ہیں تو حافظہ بھی ناقص ہو گا اور مدار شہادت کا حفظ پر ہے اس لئے دو کی گواہی ایک کے برابر قرار دی گئی۔ اور چونکہ حافظہ بھی معین عقل ہے اس لئے یہ علامت ہو گی کہ ایک درجہ میں نقصان عقل کی۔ پھر اس میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ضعیف کیوں پیدا فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں تمدن کی حفاظت ہے۔ تاوقتیکہ ایک کو دوسرے کا تابع اور محتاج نہ بنایا جائے تمدن محفوظ نہیں رہ سکتا اور تبعیت در مساوی میں ہوتی نہیں اسی واسطے فرماتے ہیں الرجال قوامون یعنی مرد عورتوں پر سردار ہیں اور وجہ اس کی آگے ارشاد فرمائی ہے۔ فضل اللہ بعضھم علی بعض۔ یعنی بسبب اس بات کے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور جن لوگوں نے برعکس اس حکم کے عورتوں کو متبوع بنا لیا وہاں کی خرابیاں پوشیدہ نہیں ہیں۔

آج کل الرجال قوامون کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ مرد عورتوں کے مزدور ہیں۔ سبحان اللہ کیا تفسیر دانی ہے۔ ان مفسر صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ فضل اللہ بعضھم کے کیا معنی ہیں۔ اگر جرأت کر کے یہ کہیں کہ اس میں بھی بعضھم سے مراد عورتیں ہی ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے مسلم۔ لیکن آگے جو فرماتے ہیں وبما انفقوا من اموالھم اس میں تو ضمیر یقیناً رجال ہی کی طرف ہے کیونکہ متفق وہی ہیں تو کیا پھر فضل اللہ کی وہ تفسیر سرتاسر مہمل اور تحریف قرآن نہ ہو گی۔ اگر یہ معنی ہوتے تو للنساء فرماتے علیٰ جو کہ تسلط کے لئے ہے نہ فرماتے

خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر خلقۃً بھی فضیلت ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے امن ینشوا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین۔ مشرکین جو ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے اور ان کارد اس طرح فرماتے ہیں کہ کیا تم اسی مخلوق کی حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہو جو کہ پست خیال ہے کہ اس میں مقابلہ کے وقت قوت بیانیہ نہیں ہے۔ واقعی یہ دو صفتیں جو عورتوں کی ارشاد فرمائی ہیں کھلم کھلا نظر آتی ہیں۔ زیور اور آرائش اور بناؤ سنگھار میں شب و روز رہتی ہیں اس سے آگے ان کا خیال ترقی ہی نہیں کرتا۔ غایتہ مقصود اپنا اسی کو سمجھتی ہیں اور مقابلہ اور مناظرہ کے وقت ان کے دلائل میں قوت بالکل نہیں ہوتی۔ ادھر ادھر کی باتیں بہت کریں گے لیکن کسی امر پر دلیل صحیح ہرگز بیان نہ کر سکیں گی۔ کوئی عورت یہ نہ کہے کہ یہ زیور تو ہم کو ماں باپ نے پہنا دیا اس سے عادت ہو گئی اس سے میلان کہاں ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر ماں باپ بھی نہ پہنا دیں تب بھی ان کا طبعی میلان نمائش و آرائش کی طرف ہے۔ چنانچہ بہت سے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ اور اسی طرح اگر کوئی صاحب دوسری جزو میں یعنی قوت بیانیہ میں کمی کے بارہ میں فرمائیں کہ یہ اسی وجہ سے ہے کہ ہماری عورتوں کی تعلیم نہیں ہوتی۔ اگر تعلیم و تربیت کامل ہو تو یہ نقصان ہرگز نہ رہے یہ بھی غلط ہے۔ اسی لئے کہ جو عورتیں تعلیم یافتہ کہلاتی ہیں وہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لکچروں میں ناقص تقریر کرتی ہیں ان کے شوہر اس لکچر کی تکمیل کرتے ہیں۔

یہ حکمت تبرعًا بیان کر دی گئی ورنہ یہ کہنا کافی ہے کہ خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو گی۔ ہمارا کوئی فائدہ اس کی تعیین پر موقوف نہیں۔ اسی واسطے جو چیزیں فضول ہیں ان کی تحقیق و تفتیش سے منع کر دیا گیا ہے ہم کو اس تحقیق سے کیا فائدہ ہے کہ فلاں ناقص کیوں

بقیہ: حضورؐ کی شان میں قرآن

معراج کی رات اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو بھی کی۔

(پ ۲۷، سورہ النجم)

معراج کی رات بے شک حضورؐ نے اللہ کی قدرت کے بڑے بڑے نشان دیکھے

سورہ النجم

اور جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے بنی اسرائیل! میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں اور تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور نبی آخرالزماںؐ کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ وہ میرے بعد آئے گا اس کا نام احمدؐ ہوگا۔ پس جب وہ واضح معجزات کے ساتھ آیا تو لوگوں نے نے کہا کہ یہ صریح جادو ہے۔

(پ ۲۸۔ سورہ صف۔

اے کملی والے! کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو اٹھا کریں مگر تھوڑے وقت کے لئے۔ یعنی کچھ آرام بھی فرما لیا کریں۔ کیونکہ زیادہ قیام سے آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں۔

(پ ۲۹۔ سورہ مزمل

اے لحاف اوڑھنے والے! اُٹھئے قوم کو ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے اور کپڑے صاف رکھیئے۔ اور کثافت سے الگ رہیئے۔

(پارہ ۲۹۔ سورہ مدثر

اور آپؐ کو آپؐ کا پروردگار اتنا عطا کرے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ فضیلت قیامت کے دن آپ کو ملے گی۔

(پ ۳۰۔ سورہ والضحیٰ

اور ہم نے آپؐ کا نام چار دانگِ عالم میں بلند کر دیا ہے۔ یعنی نماز، کلمہ، شہادت، درود، اذان، خطبہ و اقامت اور قرآن میں ہم نے اپنے نام کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی سربلند فرما دیا ہے۔

(پ ۳۰۔ سورہ الم نشرح

بے شک ہم نے آپ کو کوثر اور خیر کثیر عطا فرمایا ہے اور ظاہری باطنی نعمتیں عطا کی ہیں۔ پس شکرانہ میں نماز پڑھا کریں، قربانی دیا کریں۔ البتہ آپ کا بدخواہ ہی دُم کٹا ہے جس کا نام لیوا ہی کوئی نہیں۔　(پ ۳۰۔ سورہ کوثر)

بلاشبہ حضورؐ کی زندگی مسلمانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔ (پ ۲۱۔ سورہ احزاب)

عظیم ترین اور انتہائی قابل ترجمانی
پس [illegible] کے نزدیک مثالی ضابطہ
جو حکم کریں اُسے مانو اور جس کام کو

۱۹۶۶ء

سیرت النبیؐ کا جلسہ اور محلہ جاؤ۔

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر[illegible]

لق ۱۹ جمادی الثانی بروز [illegible]

ضروری اعلان

ہمارے ہاں خدام الدین اور چٹان کے پرچے ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۶ء موجود ہیں۔ جو شائقین پرچے حاصل کرنا چاہیں انہیں مناسب قیمت پر مل سکتے ہیں۔ ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

محمد اقبال منیجر فردوس میڈیکو
حویلی کابلی مل الیف ۱۵۱۱
لاہور



مکرّمی و محترمی　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ　　　　مزاجِ گرامی!

"فیضُ الغفور" کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ ذِکرُ الغفور، تالیف محمدؐ ادریس الانصاری چھپ کر حال ہی شائع ہوئی ہے۔ ذکر و فکر، اجتماعی ذکر یعنی مشائخ کرام کے حلقہائے ذکر، مُراقبات وغیرہ پر منکرینِ تصوّف کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں قرآنِ حکیم کی گیارہ آیات کی تفاسیر اور مختلف احادیث نبویؐ کی تشریحات سے جوابات دینے کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کے خاص خاص طریقے، تلاوتِ قرآنِ مجید کے خاص آداب، قرآن پڑھ کر ماں باپ اور دُوسرے لوگوں کو ثواب پہنچانے، مُردوں کے بخشوانے کے لیے حضور علیہ السّلام کے بتلائے ہُوئے طریقے، خواب میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زیارت کے لیے بزرگانِ دین کے بتلائے ہُوئے خاص خاص وظائف، دُعائیں، اُن کی طاقتیں، قبولیّتِ دُعا — کہ دُعا کہاں؟ کیوں؟ اور کس طرح قبول ہوتی ہے۔ عملیات یعنی اللہ کے نام اور کلام کے ساتھ علاج کرنے کی مُجرّب تدابیر کے علاوہ علمِ سلوک پر اچھے اچھے مضامین نہایت خوش اسلوبی سے "ذکر الغفور" کے ۵۱۲ صفحات پر پھیلائے گئے ہیں، لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ ہے۔ طرزِ تحریر ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کر کے ختم کیے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ کتاب پڑھنے سے آخرت، قبر اور مابعد الموت کے لیے توشہ جمع کرنے کی آپ کو زیادہ سے زیادہ فکر ہوگی۔ نمازوں میں حلاوت، قلوب میں رقّت، عبادات میں دل جمعی، خیالات میں یکسوئی، جو ایک مومنِ کامل کی نشانی ہے ذکر الغفور کے دوامی مطالعہ کی خصوصی تاثیرات ہیں۔

تبلیغی غرض سے تین حصّوں کی قیمت ۵٫۵۰ روپے ہے

حصّہ اول کی ۲، دُوم کی ۲٫۵۰ اور حصّہ سوم کی ۲ روپے ہے۔ یہ کتاب آپ جیسے دیندار مخلصین اور آپ کی اہل و عیال کے لیے انشاء اللہ بے حد مفید ثابت ہوگی۔

اوّلین فرصت میں ادارہ کو ۵٫۵۰ روپے بذریعہ منی آرڈر یا وی پی کیلئے تحریر فرمائیں

ناظم ادارہ تبلیغ اسلام ○ صادق آباد (مغربی پاکستان)

حضورؐ کی شان میں قرآن

ابوالریاض محمد امین، بہاولپور

اے محمدؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری (یعنی محمدؐ کی) تابعداری کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (پ۳ س آل عمران آیت ۳۱)

مسلمانوں پر اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ماننا فرض ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (پ۳ س آل عمران آیت ۳۲)

اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان ہی میں سے حضورؐ کو مبعوث فرمایا۔ وہ ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کو پاک کرتے ہیں اور ان کو قرآن اور دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ لوگ یقیناً گمراہی میں تھے۔

(پ۴ ـ س آل عمران

اے محمدؐ! قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہیں ہونگے جب تک کہ ہر معاملہ میں اپنا منصف نہ مانیں اور ان کے دلوں میں آپ کے فیصلے کے خلاف رنجیدگی بھی نہ ہو بلکہ وہ اسے پوری طرح تسلیم کریں۔

(پ ۵ ـ سورۂ نساء

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانے وہ لوگ جنت میں ان برگزیدہ نفوس نبی، صدیق، شہید اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ اور یہ کیسے ہی اچھے رفیق ہوں گے۔

پارہ ۵ ـ سورہ نساء

پس جس نے رسولؐ کی تابعداری کی گویا اس نے اللہ کی تابعداری کی، اور جو نہ مانے ان کے متعلق آپ (محمدؐ) سے باز پرس نہیں ہوگی۔

(پ ۵ ـ سورہ نساء

اے اہل کتاب ہمارا رسول (حضور نبی کریمؐ) آپ کے پاس آچکا ہے یعنی اللہ کی طرف سے لوگوں کے پاس ایک نور (محمدؐ) اور واضح کتاب (قرآن) آ چکی ہے۔ پس ان دونوں پر ایمان لاؤ۔

(پ ۶ ـ س مائدہ۔

پس آپ نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ ہی نے قتل کیا اور آپؐ نے جو مٹھی بھر کنکریاں پھینکی تھیں گویا وہ اللہ ہی نے پھینکی تھیں۔

(پ۹ ـ سورہ انفال۔

اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کا حکم مانو اور جو تم سن رہے ہو اس سے کسی صورت میں سرتابی نہ کرو۔

(پ ۹ ـ سورہ انفال۔

مسلمانو! تمہارے پاس اللہ کا رسولؐ آچکا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف ہرگز گوارا نہیں بلکہ تمہارا دکھ اس پر شاق گذرتا ہے۔ وہ تمہیں حد سے زیادہ چاہنے والا ہے اور وہ ایمان والوں پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

(پ ۱۱ ـ سورہ توبہ

پاک اور عظمت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے خانہ کعبہ سے لے کر بیت المقدس تک ایک لمبی مسافت کی سیر ایک رات کے چند لمحوں میں کرائی۔ اس سرزمین کا ارد گرد خیر و برکت سے بھرپور ہے اور سیر اس لئے کرائی تاکہ اپنی قدرت کے نشانات دکھائیں۔ بے شک خدا سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے۔ (پ ۱۵ ـ س بنی اسرائیل

اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پ۱۷ س انبیاء

مسلمانو! حضورؐ کو اس طرح نہ بلایا کرو۔ جس طرح تم ایک دوسرے کو آپس میں بلاتے ہو بلکہ عزت سے بلایا کرو اور ادب سے ان کا نام لیا کرو۔ (پ۱۸ ـ سورۂ نور

ہمارے محبوب نبیؐ کو مسلمانوں کے مال و جان میں تصرف کا زیادہ حق ہے اور آپ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ (پ ۲۱ ـ س احزاب

جب اللہ اور رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو حق نہیں کہ وہ نافرمانی کرے اور اگر کوئی حکم عدولی کرے گا تو وہ گمراہ ہے۔

(پارہ ۲۲ ـ سورہ احزاب

حضور صلعم تم میں سے کسی ایک شخص کے بھی حقیقی باپ نہیں ہیں۔ ہاں البتہ وہ اللہ کے رسول اور نبی آخرالزماں یعنی خاتم الانبیاءؐ ہیں۔

(پ ۲۲ ـ سورہ احزاب

اے نبیؐ! ہم نے آپ کو اپنی امت کے بارے میں شہادت دینے والا اور ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اور منکرین کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ___ علاوہ ازیں تمام لوگوں کو دین کی دعوت دینے والا اور آفتاب ہدایت اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

(پ ۲۲ سورہ احزاب

بلاشبہ اللہ خود بھی اور اس کے فرشتے نبی کریمؐ پر رحمت اور درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی حضورؐ پر درود و سلام بھیجا کرو۔

(پ ۲۲ ـ سورہ احزاب

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجی ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب اس کے علاوہ ہے

اے سردار! اے کامل انسان!۔ قرآن حکیم کی قسم۔ بے شک آپ رسول ہیں اور راہِ مستقیم پر ہیں۔

(پ ۲۲ ـ سورہ یٰسین

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو اور نافرمانی سے اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ (پ۲۶ س محمد

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اور آپؐ کا ہاتھ اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔ (پ ۲۶ ـ س فتح

اے ایمان والو! حضورؐ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ یعنی اونچا نہ بولو اور ان کے سامنے زور سے بھی نہ بولو بلکہ آہستہ اور ادب سے بات کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی (پ ۲۶ ـ س حجرات

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

"...DAMUDIN"
...RE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء ... ور ریجن بذریعہ ... مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری D۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ ، مورخہ ۲۴-۱ اگست ...

۱۹۶۶ء

سیرت النبی کا جلسہ ... مبر

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ز...
۱۷ جمادی الثانی بروز اتوار

اور انتہائی قابل ترجمانوں ...
یک مثالی نذالطے ...
ں کا ...

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔